وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

دَعْوَةُ الْاِنْصَافِ
فِي
حَيَاتِ جَامِعِ الْاَوْصَافِ

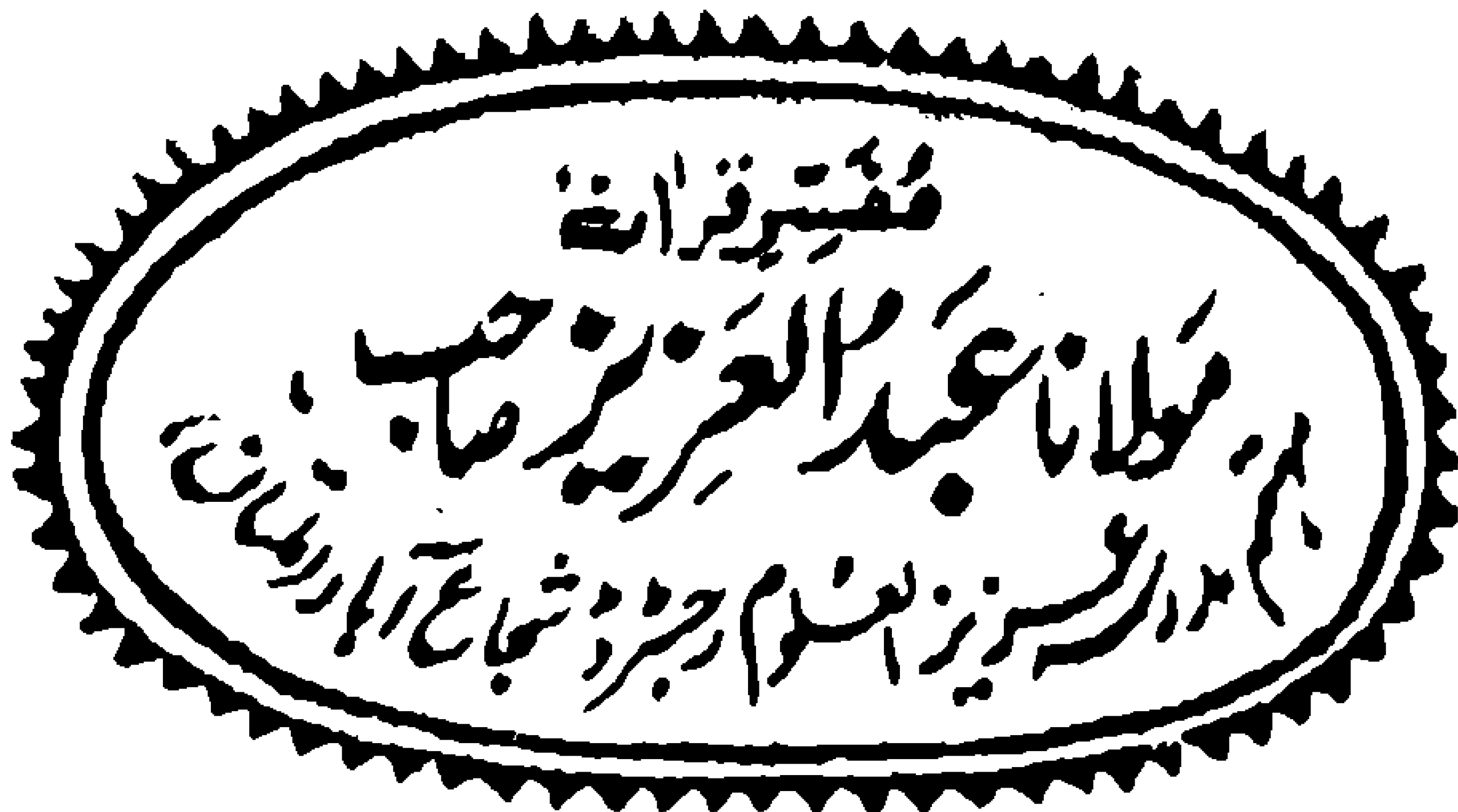
رحمت کائنات ﷺ کی "حیات" اور قبر شریف کے قریب
"سماع صلوٰۃ وسلام" کے موضوع پر مدلل ومکمل تصنیف
اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لبریز تالیف

تصنیف ــــــ: مفسر قرآن

حضرت مولانا عبد العزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ



رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی "حیات" اور قبر شریف
کے قریب "سماعِ صلوۃ وسلام" کے موضوع پر مدلل ومکمل
تصنیف اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لبریز تالیف!



قیمت :- ۱۲ روپیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ

پیدائش: ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۸ء

بانی جامعہ عزیز العلوم شجاع آباد، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ ایک نامور عالم دین، معروف مفسر قرآن اور مقرر تھے۔ بہت با اصول انہوں نے زندگی گزاری۔ آپ عرصہ تک اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پلیٹ فارم سے عقیدہ توحید کی ترویج اور رد بدعات پر سرگرم عمل رہے۔ اشاعۃ التوحید کے جناب سعید احمد چتروڑھی کے متشددانہ رویہ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی طرف سے ان کی حمایت پر دل برداشتہ ہوکر اشاعۃ التوحید والسنۃ کو خیر باد کہا اور ان کے نظریات کی تردید میں واقعاتی شہادتوں پر مشتمل انتہائی دل آزار مواد کو یکجا کردیا۔ چنانچہ ۱۴۰۰ھ میں "دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" نامی کتاب تحریر کی۔ متذکرہ معلومات کے علاوہ، آپ ﷺ کی حیات اور قبر شریف کے قریب سماع صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر قابل قدر مواد جمع کردیا ہے۔ آج سے قریباً نصف صدی پہلے کی یہ کتاب بھی اس مجموعہ کتب حیات النبی ﷺ میں شائع کی جارہی ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت الانصاف علمائے کرام کی نظر میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان

حامداً و مصلیا و مسلّما، اما بعد! حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف ''دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف پر اسلاف وجمہور اہلسنّت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا۔ حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمادے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف پیش کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق!

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ ...... خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷؍ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

***

حضرت مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

''دعوۃ الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' جو ''سماع صلوٰۃ وسلام'' عندالقبر الشریف، کے متعلق ہے، میں نے سنا۔ یہ تالیف وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔ بوالہوس لوگ عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے لوگوں کے لئے سم قاتل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مؤلف کتاب مولانا عبدالعزیز صاحب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

محمد شریف کاشمیری

(شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان)

***

حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صدر تنظیم اہلسنّت والجماعت ملتان

الحمدللہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

میں نے بعونہٖ وبفضلہٖ تعالیٰ فاضل محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی مدظلہٗ کی تالیف لطیف بعنوان ''دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف'' کا بالاستیعاب من اوّلہا الیٰ اٰخرہا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ! مصنف علامہ نے مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، کتاب وسنت کے بعد اُمت کے ہر قابل حجت وواجب الاتباع طبقہ کے کثیر ارشادات پیش کرکے حجت تمام کردی ہے۔ جس سے ہر حق کے متلاشی کی تسکین وتشفی ہوجاتی ہے اور مسئلہ کی حقیقت واضح طور پر ذہن نشین ہوجاتی ہے۔ اب رہے مخالفین ومعاندین، تو ان کو خدا ہدایت نصیب

فرمائے۔ حق سمجھانے میں تو حضرت مولانا مدظلہ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ باقی رہا ماننا اور سمجھنا، اس کی توفیق اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔

رب العزت مؤلف مدظلہ کی سعی کو مقبول فرمائے اور اجر عظیم عطاء فرمائے اور اس تالیفِ لطیف کو اُمت کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین!

راقم: سیدنورالحسن بخاری
۲۵رصفر ۱۴۰۰ھ



حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ صدر مفتی خیرالمدارس ملتان

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم، امابعد!

قرآن کریم میں ''صراط مستقیم'' کی تعیین، ''صراط الذین انعمت علیھم'' سے کی گئی ہے اور دوسرے مقام پر منعم علیہم کی تفصیل انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین سے فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم وہی راستہ ہے جس پر حضور پاک ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ دین اور بزرگانِ ملت چلے ہیں۔

عقائد ونظریات ہوں یا اخلاق واعمال، عبادات ہوں یا معاملات، ان میں سے دین وہی ہے جس کو سلف صالحین نے اختیار کیا اور اس پر چل گئے۔ خود لفظ ''صراط'' سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ دین کوئی ایسی چیز نہیں جسے محض لفظوں کے ترجمے سے ہی حاصل کیا جاسکے۔ کیونکہ صراط، طریق، راستہ، سڑک وہ ہے جس پر قدیم سے لوگ چل رہے ہوں، نہ یہ کہ اس پر کوئی نشانِ قدم بھی موجود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اسے صراط قرار دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک نئے راستے کا سروے کر کے اسے چالو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں کہ وہ کسی مسلمہ طریقِ مستقیم کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ الحاصل صراط مستقیم وہی ہے جس پر سلف صالحین کا تعامل موجود ہو۔ کیا خوب فرمایا ہے: ''فإنک علی الھدٰی مادمت علی الاثر'' قرآن پاک میں ''واتبع سبیل من أناب إلی'' اور ''والذین اتبعوھم باحسانٍ'' کہہ کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے بھی متعدد ارشادات کے ذریعہ اس جانب متوجہ فرمایا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین'' (الحدیث)

نیز ارشاد ہے: ''اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم إھتدیتم''

''اہتدا''، ''اقتدا'' میں منحصر ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں سلف صالحین کی حاجت نہیں ہم براہ راست قرآن کریم سے دین سمجھ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ فتنۂ رفض وتشیع اعتزال وخروج سے لے کر مرزائیت، فتنۂ انکار حدیث اور مودودیت تک تمام گمراہ فرقوں میں بطور قدرِ مشترک یہ امر نمایاں ہے کہ ان کے بانیوں نے سلف صالحین وتعاملِ اُمت کو درمیان سے حذف کرتے ہوئے براہ راست صرف قرآن یا قرآن وسنت سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

ان کا ایک لیڈر کہتا ہے: ''میں اپنا دین معلوم کرنے کیلئے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں، بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت سے معلوم کر سکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں۔''

مزید لکھا: ''میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں بزرگ کیا کہتے اور کرتے ہیں۔''

واسطۂ اسلاف کو حذف کرتے ہوئے براہ راست ''قرآن فہمی کا دعویٰ'' دراصل ایک بہت بڑا مغالطہ یا خود فریبی ہے۔ جس کے خوبصورت عنوان سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اس حسین عنوان کے پردہ میں سلف صالحین کے علم وتقویٰ اور قرآن دانی کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے اپنے علم وقرآن فہمی کو ترجیح دیتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ سلف نے جو کچھ کہا ہے وہ قرآن وحدیث ہی سے کہا ہے اور یہ گمراہ لیڈر بھی بزعم خویش قرآن وسنت سے کہنے کا مدعی ہے تو اب سلف کی اور اس کی قرآن فہمی میں مقابلہ ہے۔ یہ نہیں کہ سلف کے اقوال محض ذاتی خواہش پر مبنی ہیں اور یہ قرآن وسنت سے استنباط کر رہا ہے۔

اب یہ فیصلہ خود اہل فہم وانصاف کر لیں کہ سلف صالحین کی قرآن فہمی زیادہ قابل وثوق ہے یا عہد نبوی ﷺ سے سینکڑوں سال بعد میں پیدا ہونے والے متجدد دین کی؟......

اس بات پر اجماع ہے کہ شاہدین نزول وحی کا فہم قرآن اور تفسیر بعد کے تمام لوگوں سے راجح ہے۔

ایک تابعی نے قِران (حج) کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا: لا یصنع ذالک إلا من جھل امر اللہ (لأنَ اللہ تعالٰی قال: وأتمو االحج والعمرۃ للہ! ناقل) تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی اس قرآن فہمی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: بئس ما قلت قد صنعھا رسول اللہ ﷺ وصنعنا ھا معہ۔ (مؤطا امام محمد: ص ۲۰۰)

معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے تعامل سے ''آزاد'' قرآن فہمی ضلالت بن سکتی ہے۔ تابعی مذکور نے قارنین کو بحوالہ قرآن فرمانِ خداوندی سے جاہل قرار دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسی قرآن دانی کو ''برائی'' قرار دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فہم قرآن میں محتاج ہیں بیانِ خداوندی کے ''ان علینا جمعَہ وقرأنہ، ثم إنَ علینا بیانہ'' اور حضرات صحابہ محتاج ہیں رسول پاک ﷺ کے اور حضرات تابعین اس سلسلہ میں محتاج ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے (الیٰ آخرہ) امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''إنما العلم بالتعلم'' اس سے مقصود یہی ہے کہ ''مادر پدر'' آزاد علم جو کسی اہل ومستند استاد سے حاصل نہ کیا گیا ہو قابل اعتبار نہیں ہے۔ علم وہی ہے جو بذریعہ تعلم کسی اہل استاذ سے حاصل کیا گیا ہو۔

قدریہ نے مسئلہ تقدیر سے انکار کیا، یہ نیک نیتی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم سے ''آزاد فہمی'' پر مبنی تھا۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اما بعد او صیک بتقوی اللہ والاقتصاد فی امرہ واتباع سنۃ نبیہ ﷺ وترک ما احدث المحدثون... ولئن قلتم لِمَ انزل اللہ آیۃ کذا ولم قال کذا لقد قرء وا منہ ما قرأتم وعلموا من تاویلہ ما جھلتم وقالوا بعد ذلک کلّہ بکتاب وقدر ومایقدر یکن وماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن ولا نَملک لِأنفسنا نفعًا وَلا ضرًا ثم رغبوا بعد ذالک ورھبوا'' (بالاختصار، ابوداؤد شریف، کتاب السنۃ ص ۶۳۴)

ترجمہ: ''میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ، اس کے معاملہ میں میانہ روی، نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع اور اہل بدعت کی نئی باتوں کو ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر آپ لوگ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح

کیوں اتارا اور کیا فرمایا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس قرآن کو پڑھا بھی اور اس کا مطلب بھی تم سے اچھا معلوم کیا، مگر باوجود اس کے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب و قدر اور تقدیر کے قائل ہوئے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدا تعالیٰ سے خوب ڈرتے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی ذات کے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں جو کچھ خدا تعالیٰ کے علم و تقدیر میں ہوتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جو لوگ معصوم پیغمبر ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور صحابہ و رفقاء تھے وہ فہم آیات قرآن اور رموز و اسرار شریعت سے پوری اُمت کی نسبت زیادہ واقف تھے۔ پچھلی نسلوں کے لئے خواہ وہ اولوالعزم تابعی ہو یا چودھویں صدی کا کوئی مفکر ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فکر کی اتباع و تقلید ضروری ہے۔ ہر وہ فکر جو آزاد اور تقلید سے منحرف ہو وہ محض گمراہی اور روحانی ظلمت سے خالی نہیں ہوگا۔ القصہ دین فہمی میں اصحاب رسول ﷺ مینارِ ہدایت ہیں، ہمیں ان کی اتباع میں دین سمجھنا اور شریعت پر چلنا ضروری ہے۔

تمہید قدرے لمبی ہو گئی۔ دراصل اس وقت میں مطلوب ایک رسالہ پر کچھ لکھنا تھا جسے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی زید علمھم و فضلھم نے فرقہ غالیہ کی تردید میں تالیف فرمایا ہے۔ یہ فرقہ احادیث شریفہ اور سلف صالحین کی نہ مانتے ہوئے رسول پاک ﷺ کے روضۂ اقدس پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کے سماع کا بھی انکار کرتا ہے، جو کہ بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اسلاف قدس اسرارہم اجماعی مسئلہ ہے۔ دلائل کی تفصیل اور جوابات آپ رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ہم نے رسالہ ہذا کو دیکھا ہے۔ مؤلف سلمہ نے احادیث شریفہ اور اُمت کے تعامل سے مسلک حق کو ثابت کرتے ہوئے حضرات علمائے دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ حق جل شانہٗ مؤلف سلمہ کو بیش از بیش جزائے خیر عنایت فرمائیں اور رسالہ ہذا کو نافعیت و مقبولیت عامہ سے نوازیں۔ آمین ثم آمین!

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ وعافاہ

۱۴ر شعبان ۱۳۹۹ھ

***

پیر طریقت حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ مدظلہٗ جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

یہ رسالہ ملک کے نامور عالم دین اور مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف لطیف ہے۔ جو منکرین حیات النبی کے رَد میں بہترین مجموعہ ہے۔ مولانا موصوف چونکہ اسی گروپ سے واپس آئے ہیں اس لئے "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کے مصداق منکرین حیات کے عقائد و اقوال مولانا سے بہتر کون جانتا ہے؟ بندہ نے اس کتاب کو حرف بحرف دیکھا اور اسے مسلک حق کا آئینہ دار پایا۔

اللہ پاک اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر منکرین و معاندین کے لئے ہدایت کا باعث بنائے۔

جاوید حسین عفا اللہ عنہ
خادم حدیث، فیصل آباد

***

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمہ اللہ شیخ الحدیث قاسم العلوم (ملتان)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی مدظلہ کا رسالہ ''دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف'' میری زیرِ نظر رہا۔ مؤلف موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے مسلک اہل سنت والجماعت خصوصاً اکابر دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ کی محنت اور اکابر اُمت کے حوالہ جات نیز سلف صالحین کے اقوال وملفوظات دربارہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر سید الانام ﷺ کی ترتیب وتبویب قابلِ داد ہے۔

بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے اور پوری اُمت میں اس تصنیف کو شرف پذیرائی عطاء فرماوے۔ آمین ثم آمین!

احقر العباد، مفتی محمد عبداللہ (عفا اللہ عنہ)

۲۱ رصفر ۱۴۰۰ھ



حضرت مولانا منظور الحق صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والہ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، امابعد!

کتاب دعوۃ الانصاف (مؤلفہ مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ) کو میں نے پڑھا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر خصوصاً سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف للنبی ﷺ کے متعلق یہ پہلی طویل وعریض تحریر ہے جو مسلک علماء دیوبند کی تائید میں مذاہب اربعہ کی کتب کے حوالوں سے بھرپور ہے۔ منکرینِ سماع کے رد میں یہ تالیف عظیم شاہد ہے جو اہلِ حق کے جذبات کی صحیح ترجمان ہے۔ اظہار واحقاقِ حق اور ابطالِ ردّ مبطلین میں کوئی گوشۂ تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا گیا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ مؤلفِ کتاب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کو اللہ تعالیٰ خدمتِ دین اور مسلکِ حق کے دفاع کی مزید توفیق بخشے۔ نیز متلاشیٔ حق کے لئے ان کی کتاب کو باعثِ ہدایت بنائے۔

انا الاحقر الافقر محمد منظور الحق عفی عنہ، ظہور الحق عفی عنہ

عیدگاہ کبیروالا، ۱۶ رربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ



حضرت مولانا ابوالحسن قاسمی مہتمم جامعہ تعلیم الابرار، ملتان

حضرت العلام مولانا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد کی تالیف کتاب ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' قابلِ تحسین اور لائقِ تبریک کاوش ہے۔ واقعات وشواہد اور دلائل وبراہین کی روشنی میں مولانا موصوف نے جس انداز سے کتاب پیش کی ہے، اہلِ حق کے لئے تسکینِ روح وقلب کا ذریعہ ہے اور اہلِ باطل کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب ایسے لوگوں کیلئے بھی رُشد وہدایت کا ذریعہ بنے۔

ابوالحسن قاسمی، مہتمم جامعہ تعلیم الابرار، سابق رکن صوبائی اوقاف بورڈ ملتان

انتساب

میرے والد بزرگوار مولوی نور محمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ مجھے فرمایا کرتے کہ تقریر وخطابت کے وقت درودشریف پڑھا کریں اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں تعریفی کلمات کہا کریں۔اس سے بیان وخطاب رنگین ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی مدح سے راضی ہوتے ہیں اور برکت فرماتے ہیں۔

مَا إِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ وَلٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

لہٰذا میں اس رسالہ کو اپنے والدگرامی کی طرف منسوب کرتا ہوں!!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ الرَّسُوْلِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعَلٰى رُفَقَائِهِمْ فِي الدِّيْنِ (وَارْحَمْ وَسَلِّمْ)۔

***

پیش لفظ

انگریز سرکار کا جہاں بھی تسلط ہوا، وہاں کئی نظریاتی مذاہب رونما ہوئے۔فرنگی مسلمانوں کا ذہن مختلف زاویوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔برصغیر کی آزادی اور ہندومسلم کا قیدِ غلامی سے نجات پانا خانوادہ وتلامذۂ امام ولی اللہ ﷫ کا رہینِ منت ہے۔کورچشمی وتنگ نظری کا عارضہ نہ ہو،تو آج بھی نظرانصاف یہ اندازہ لگاسکتی ہے کہ جو فتنے ہندوپاک میں رونما ہورہے ہیں،ان کا سدِّ باب کرنے میں علماء دیوبند پیش پیش ہیں۔باہم آویزش سے قطع نظر علماءِ حق کی تمام تنظیمیں اچھا کردار ادا کررہی ہیں۔

''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' نظم ونسق کے فقدان کے باوجود ملک کے ہرگوشے میں مذہبی طور پر معیاری کام سرانجام دے رہی تھی۔

''تبلیغی جماعت'' اندرون اور بیرون ملک تمام اسلامی وغیرمسلم ممالک میں جادۂ تبلیغ پر گامزن ہے۔دنیا میں مست وگمن لوگوں کو فکرِ دین وذکرِ فردا کا سبق دے رہے ہیں،ایسے لوگ ہمارے ملک ومذہب کے لئے نیک نامی کا باعث ہیں۔

''غالی فرقہ''......مذہب حنفی کے اُفق پر ایک مسلک کا طلوع ہوا ہے جن کو علماء دیوبند سے شکوہ ہے کہ وہ جناب سیّدِ ولدِ آدم ﷺ کو انسان کہتے ہیں،صرف خداتعالیٰ کو بےمثال عالم کل کائنات مانتے ہیں،اور ایجاد بندہ کو خدائی دین کی جزء ماننا بدعت سمجھتے ہیں۔ان حضرات کا کوئی نمائندہ اگر یورپ میں خطاب کرے جب بھی دیوبندیوں کا کفر بیان کرے گا۔کفرالیہود،شرک النصاریٰ،فسق المجوس اور صنم پرستوں کی بُت پوجا برداشت مگر اہل توحید وسنت کی دینی کاوش ناپسند! بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر ہوسکتا ہے تعصب وتنگ نظری کی بجائے اخوت، محبت اور رواداری کی فضاء پیدا ہوجائے۔

''تشدد گروپ''......یہ لوگ بظاہر ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے حلقۂ عقیدت کے لوگ ہیں۔۱۳۹۰ھ راقم نے ''انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا تھا،یہ لوگ اس کے بھی رکن تھے۔مولوی

سعید احمد چتروڑ گڑھی کو معہ چند رفقاء دیگر اس انجمن کا واعظ مقرر کیا گیا۔

ککڑ ہٹہ وغیرہ کے مضافات کے لوگوں کو اشاعت کے اکابرین سے راقم نے ہی روشناس کرایا۔ مگر تھوڑے ہی دن گزرے کہ واعظ مذکور اور اس کے ہم مزاج افراد نے تفرقہ شروع کر دیا اور گروپ بندی پر گامزن ہونے لگے۔ بندہ نے ہر ممکن سمجھانے کی سعی کی مگر بار آور نہ ہو سکی۔ میں ان کی مجلس، محفل، منبر و محراب کی زبان سے از حد متنفر ہو گیا۔ جس چیز کو یہ لوگ از راہ جہل مرکب ''ذوق سلیم'' اور ''علم لدنی'' سمجھتے ہیں میں اس کو ایک ذہنی آفت اور کھلی بداخلاقی سمجھتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے بے چاری زلیخا جس کا ذکر در بارۂ محبت حضرت یوسف علیہ السلام قرآن مجید میں آیا ہے، ان کی تنقید کا نشانہ تھی، اس کی جان چھوٹی تو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کو یزید کا باغی ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے لیا اور آپ کی شہادت کو ایک باغی کی موت قرار دیا۔ (العیاذ باللہ)

مماتیوں کی اخلاقی پستی

کبیر والا شہر میں ان حضرات کے زیر اہتمام ایک اجتماع سے راقم نے خطاب کیا۔ بر سبیل تذکرہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خیر المدارس ملتان اور مولانا عبدالخالق صاحب مہتمم دار العلوم کبیر والا کا ذکر آیا، چونکہ یہ ہر دونوں حضرات فوت ہو چکے تھے، اس لئے میں نے ان کا نام لینے کے بعد ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا جملہ دعائیہ استعمال کیا۔ تقریر ختم ہو گئی مگر میں سٹیج سے اترا نہیں تھا کہ ایک صاحب سپیکر کے سامنے تشریف لائے اور تردید کر دی اور کوئی کسر باقی رہی تھی تو علیحدہ ہونے پر مجھے ملامت کے رنگ میں کہا گیا کہ آپ ہیجڑے قسم کے موحد ہیں۔ ایسوں کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' سے دعا دینا شانِ توحید کے خلاف ہے، نیز ایک مقام پر میری مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا، مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ میں اسے مناسب جو جواب ہوتا دیتا، مگر ان میں سے ایک صاحب بولے کہ کوئی قبر کھود دو میں اپنے ہاتھ سے اس کی مقعد میں پانی ڈالتا ہوں، اگر مردے سنتے ہیں تو بول اٹھے گا۔ میں نے یقین کیا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ چلنا آبروئے علم اور ناموسِ علماء کی صریح توہین ہے۔

اپنے رہنماؤں کو نہیں بخشتے

اس گروپ کے دوسرے صاحب کو جو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کا مرید کہلاتا تھا۔ میں نے کہا تمہارے پیر صاحب تو ''سماع عند القبر الشریف'' کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو فوراً جواب دیا کہ وہ بھی کافر، تم بھی کافر، جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر۔

مذہبی خیانت

انکار سماع کے موضوع پر تین کتابچے اس گروپ کے ایک مصنف نے تالیف کیے ہیں۔ چند عبارات نقل کرتا ہوں، اسلاف نوازی و مذہبی دیانت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جیسے دور سے درود کا ثواب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے، اسی طرح قبر مبارک کے نزدیک درود پڑھنے کا ''ثواب'' آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے، سننے اور جواب دینے کا من گھڑت قصہ ہی نہیں۔

(رسالہ دعوت الرشاد صفحہ ۸، مؤلفہ مولوی اللہ بخش ککڑ ہٹہ)

(۲) حقیقت یہ ہے کہ صحابہ ﷡ میں سے حضرت عمر ﷜ قبر مبارک کے پاس سلام عرض کرتے تھے، جب سفر سے واپس آتے تھے۔ نہ اس عقیدہ سے کہ آنجناب ﷺ سنتے ہیں، بلکہ اس طرح جس طرح عام گورستانوں سے گزرتے ہوئے سلام کہا جاتا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۶)

(۳) بعد از موت ''سماع'' ورؤیت انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔

(۴) ''مامن احد یسلّم علیّ'' اس روایت کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی نہیں۔

(۵) نیز اتنے کروڑوں مسلمانوں کا درود وسلام سننا ''تکلیف مالا یطاق'' ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے لئے تو یہی بات بجائے راحت کے اُلٹا رنج عظیم کا باعث بنی ہوئی ہوگی۔ دنیا کی زندگی میں کافروں نے آرام نہیں کرنے دیا تھا اور موت کے بعد مسلمان چین وراحت سے نہیں رہنے دیتے۔ (رسالہ اربعین احادیث، مؤلفہ مذکور)

(۶) روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام کے لئے جانے سے بھی رسول اللہ نے منع فرمایا۔

(۷) مرے ہوئے شخص کو چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، موت کے بعد اپنے اوپر وارد ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا۔ (رسالہ اربعین آیات، مؤلفہ مذکور: ص ۴۱)

تبلیغی تقدس کی پامالی

''تشدد گروپ'' کے واعظوں نے نہ صرف مسلک کی سٹیج کو بدنام کیا، بلکہ اپنے اکابر کو ایک مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے۔ جگہ جگہ قائلین ''سماع صلوٰۃ وسلام'' کو کافر ومشرک کا فتویٰ دیا، اور اہل توحید کو خانہ جنگی پر مجبور کر دیا ہے۔

تقریری اقتباسات

فنِ خطابت مقدس ہونے کے باوجود دورِ حاضر میں لاوارث ویتیم ہے، علم ودانش والوں کے ساتھ ہر نتھو خیرا اسٹیج پر سوار ہو گیا۔ اب عوام کی نظروں میں بہترین خطیب وہی ہے جو اچھے قسم کا گلوکار ہو اور واہی تباہی بکنے میں حیاء حجاب نہ کرے۔ ایسے آدمی کو کسی مرشد ومربی کی ضرورت ہے۔ نہ کسی آزمودہ کار صاحب فن کی۔ سٹیج پر سوار ہونے کے بعد جہاں یہ لوگ گویا اور بھانڈوں کا پاٹ ادا کرتے ہیں، وہاں یہ شُتر بے مہار ''عالم''، خطیب اور مفتی بھی خود بن بیٹھتے ہیں۔ افتتاحی طور پر بہاولپور گھلواں کے قریب اس گروپ کے واعظ احمد سعید نے اپنے اندازِ فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے خطاب کیا۔ جس سے اس حلقہ میں دیوبندی مسلک کے لوگ باہم دست وگریبان ہو گئے ہیں، اور علماء حق کی تمام تبلیغی کاوشوں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھر گیا ہے۔

تقریر اوّل: بہاولپور گھلواں

ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر، عالم الغیب والشہادۃ جان کر یہ اقرار کرتے ہیں اور بیان ثبت کراتے ہیں:

(۱) یہ کہ مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی نے سینکڑوں انسانوں کے مجمع میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر منور میں (قبر مبارک) پر پڑھا ہوا درود وسلام نہیں سنتے، نہ سماع جسمانی اور نہ سماع روحانی۔

(۲) جو شخص حضور علیہ السلام کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا قائل ہے، خواہ کسی تاویل سے ہو۔ وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رو سے بلا تاویل کافر ہے مرتد ہے۔

(۳) جو شخص ''سماع عند القبر'' کے قائل کو کافر نہ سمجھے، وہ بھی بلا تاویل کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔ نیز جو شخص اس مسئلہ کو فروعی کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کا قائل ابوبکر صدیق ہوں تو وہ بھی کافر ہیں۔ یعنی اگر ابوبکر صدیق میرے سامنے آ کر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا، العیاذ باللہ! (بلفظہٖ جماعت بہاولپور گھلواں)

تقریر ثانی چاہ دلشاد والا حلقہ شجاع آباد

مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی ایک مکان پر تقریر کر رہا تھا، مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ عبدالخالق! میں تجھے سنا رہا ہوں، حضور نبی ﷺ کو جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ درود و سلام سنتے ہیں قبر پر، وہ عقیدے کے لحاظ سے کافر ہے۔
(بلفظہٖ عبدالخالق[1] نعت خواں)

''تقریر ثالث'' حلقہ ممدال کبیر والہ

میں حافظ اللہ ڈتہ امرانہ ساکن قریب ممدال اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر مان کر قسمیہ بیان لکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں ایک جلسہ میں مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی نے کہا کہ جو شخص حضور ﷺ کو کہتا ہے کہ درود سنتے ہیں قبر پر، وہ دلّا شخص مشرک اور کافر ہے۔ (بلفظہٖ حافظ اللہ ڈتہ امرانہ)

مولوی سیف الرحمن صاحب بیٹ کیسری

ککڑ ہٹہ جلسہ میں شامل مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ سے مولوی سعید احمد چتروڑ گڑھی نے سوال کیا کہ ہم ''سماع صلوٰۃ و سلام'' عند القبر کے قائل کو کافر کہتے ہیں، آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ (بلفظہٖ سیف الرحمن: بقلم خود، مظاہر العلوم خداداد کالونی ملتان)

محترم سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی تصدیق

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے امیر ہیں۔ اپنے دور کے بہترین خطیب اور اہل علم ہیں۔ مگر طبیعت شریف میں ان کے تفرد اور تشدد کا رجحان غالب ہے۔ یہ نومولود تحقیق (کہ آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے) انہی کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے (یعنی اس بیان کو زینت سٹیج انہوں نے ہی بنایا ہے)

گوجرانوالہ میں اشاعۃ التوحید والسنۃ کی میٹنگ

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ﷫ کی تحریک پر اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کرام کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ جمعیۃ کی تبلیغی پالیسی کو مضبوط کیا جائے اور بے لگام آدمیوں کو متنبہ کیا جائے کہ وہ اپنے طرز عمل و کردار سے مسلک میں رخنہ اندازی نہ کریں! قائلین سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر الشریف کو مشرک و کافر نہ کہا

[1] صوفی عبدالخالق مرحوم علاقہ بستی منو تحصیل شجاع آباد سے تعلق رکھتے تھے، بڑے حق گو اور موحد انسان تھے...... ماحول کی تمام تر مخالفت کے باوجود حق گوئی و بے باکی ان کا طرۂ امتیاز تھا...... بندہ کی دینی تعلیم کا سبب مرحوم ہی تھے۔ بندہ کے جد امجد سے کہا کہ اسماعیل کو دینی تعلیم دلوائیں۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں انتقال کیا۔

جائے۔ چنانچہ ایک تحریر لکھی گئی جس کے اوپر واعظ احمد سعید نے بقول شیخ القرآن (منافقانہ) دستخط کر دیئے اور شاہ صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا[1] اور بقول حضرت خانصاحب یہ فرمایا کہ میں (قائلین سماع کو کافر کہوں گا) اس پر مجلس برخواست ہوگئی۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب کا خط جو میری طرف لکھا تھا ملاحظہ فرماویں کیونکہ میں اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوا تھا[2]

اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین کے تاثرات وخطوط

محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے اور محمد سعید کا یہی ہے۔ واللہ اعلم!

کیا غضب الٰہی ہے تمام اُمت کو کافر کہہ دینا۔ (بلفظہ لاشئی: غلام اللہ)

مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیزاری

عزیزم مولوی عبدالعزیز صاحب! السلام علیکم! نوازش نامہ ملا، خیریت مطلوب!

احقر نے تو جمعیۃ سے استعفیٰ دے دیا ہے ویسے برادرانہ تعلقات مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنائت اللہ شاہ صاحب دونوں سے بدستور رکھوں گا۔ مگر اب عمر بڑی اور ضعف پیری کے باعث اتنے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پڑ نہیں سکتا۔ اس لیے عافیت اسی میں سمجھی کہ کنارہ کش ہو جاؤں۔ (بلفظہ: احقر شمس الدین، گوجرانوالہ)

مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب کا تاثر

مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب دام اقبالہٗ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج گرامی!

مولوی احمد سعید سے جتنا اختلاف آپ کو ہے، اتنا یا اس سے زیادہ شدید تر مجھے اختلاف ہے۔ اب اسے نہ دعوت دی ہے اور نہ ارادہ ہے۔ آپ ضرور تشریف لائیں۔ (عصمت اللہ: بلفظہٖ)

مولانا عبدالغنی صاحب رحیم یار خان کا تاثر

مکرمی مولانا صاحب زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ!

والا نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ! بندہ کو بحمد اللہ آنجناب کے ساتھ کوئی رنج نہیں۔ باقی سماع کے قائلین کو کافر کہنا پھر بندہ کی طرف اس زہریلے عقیدے کی نسبت کرنا بہتان عظیم اور زُور مبین ہے۔ میں تو عام میت کے سماع

---

[1] مولانا مشتاق احمد میراں ملہہ شجاع آباد راوی ہیں کہ شیخ القرآن جب خانپور میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی دیوبندی مکتب فکر کی تمام جماعتوں کی طرف سے بلائی گئی میٹنگ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کی موجودگی میں شاہ صاحب کی بے جا ضد پر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں عنایت اللہ کو جمعیۃ سے نکال دوں۔

[2] شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سعید چتروڑگڑھی کو خطرناک سمجھتے تھے۔ چنانچہ واں بچراں کے مولانا خلیل احمد کہتے ہیں کہ شیخ القرآن نے مجھے کئی دفعہ فرمایا کہ احمد سعید خطرناک آدمی ہے، اسے جلسوں میں نہ بلایا کرو...... "خس کم جہاں پاک" (ص ۲۷)

کے قائل کو بھی کافر نہیں کہتا۔ (بلفظہٖ: عبدالغنی الجاجروی[1])

''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے اکابرین کی بیزاری بلکہ اظہار نفرت کے باوجود ''تشدد گروپ'' کے تمام کتابچوں کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ جماعت کا شیرازہ بکھرے یا باقی رہے، توحید کے نام پر ایک فسادکار انسان کی گود میں امیر جماعت کا چلا جانا باعثِ حیرت واستعجاب ہے۔ ملاحظہ ہو، تصدیق! رسالہ ''دعوت الرشاد''

''مختلف مقامات سے سنا، شرک وکفر کے رد میں دلائل کتاب وسنت سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے۔ آمین! (عنایت اللہ)

جن کفر اور شرک کی تردید کے لئے دلائل قرآن وحدیث سے مؤلف نے استفادہ کیا ہے، وہ عقیدہ ''سماع صلوٰۃ وسلام'' عندالقبر للنبی الکریم ﷺ ہے۔ جمہور اُمت کی تکفیر پر محترم شاہ صاحب نے تحسین بلیغ فرما کر ''تشدد گروپ'' کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ ''کافر ساز کمپنی'' کے اس فتوے پر محترم شاہ صاحب کی خطابت کا رُخ بھی اسی طرف پلٹ گیا کہ مشرک چار قسم ہیں۔ اوّل یہود ونصاریٰ، ثانی بت پرست اور تیسرا ''غالی رضاخانی''، رابع ''دیوبندی'' جو سماع کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مولانا رشید احمد صاحب (مدرسہ فاروقیہ شجاع آباد) کا بیان

شریف اللہ خاں دکاندار (شجاع آباد) جو کہ مولوی سعید احمد صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا معتقد ہے۔ اس نے بیان کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ نے خانگڑھ میں اپنی تقریر کے دوران فرمایا کہ مشرک چار قسم ہیں۔ اوّل: یہود ونصاریٰ، دوم: مشرکین مکہ، سوم: بریلوی، چہارم: دیوبندی، جو سماع کے قائل ہیں۔ (بلفظہٖ رشید احمد عفی عنہ)

نوٹ: ان تمام مذکور خطوں کی اصل تحریریں مع فوٹو کاپی بندہ کے پاس محفوظ ہیں، عندالضرورۃ پورا مواد مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اصل الفاظ من وعن لکھے جارہے ہیں۔

عنایت اللہ شاہ صاحب کے ایک معاصر کا تاثر

مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی ایک کتاب ''تحفہ ابراھیمیہ'' کے مقدمہ میں لکھا ہے: ''شاہ صاحب قائلینِ سماع کو ابوجہل کا ٹبر تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک زمانہ تک قرآن مجید کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہلِ بدعت اور مشرکینِ دورِ حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے، اب وہی آیات عقیدۂ حیات النبی کو ماننے والوں اور سماعِ موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماعِ موتی کے قائل تو حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں، اور اُمت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں، کیا یہ سب ابوجہل کا ٹبر ہیں؟ (تحفہ ابراہیمیہ ص ۴۴)

محترم عنایت اللہ شاہ صاحب اگر ان چند غیر ذمہ دار آدمیوں کا سہارا نہ بنتے اور ان کو اپنی تائیدوں اور

---

[1] مولانا عبدالغنی جاجروی رحیم یار خان کے معتدل مزاج عالم دین، مفسر قرآن اور صوفی منش بزرگ تھے...... اگرچہ اشاعت سے تعلق تھا، لیکن تمام علماء دیوبند کا نہ صرف احترام کرتے بلکہ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ بندہ کو ان کے درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

تصدیقوں سے مشرف نہ فرماتے تو یہ "پسر نا معلوم فتویٰ" فتویٰ مع اپنے نکے سیر والے مفتیوں کے اپنی موت آپ ہی مر گیا ہوتا البتہ اب شاہ صاحب کی وجہ سے اس کی سکرۃ الموت کچھ لمبی ہو جائے گی۔

ناظم اعلیٰ کی خدمت میں میرا استعفیٰ

میں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری بات جو اس اختلاف سے پہلے مسئلہ تھی، وہ اب مسخرہ بن گئی ہے۔ تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی خدمت میں اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔ جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ: "میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

شجاع آباد میں شاہ صاحب کی موجودگی میں "تشدد گروپ" کے واعظ احمد سعید نے کہا تھا: "وہ گوہ خور مُلّا جو سماع کا قائل ہے۔" ان حیا سوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن[1] مجھے نہیں چھوڑتے۔ مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں؟ جس کے از یں گونہ واعظ جو منبر تک گوہ نہ چھوڑیں۔ یہ غلاظت نوازی تو اپنے امیر کے سامنے فرمائی۔ ان کی عدم موجودگی میں کسی شریف انسان کو ایسے زبان دراز واعظ سے کس خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ علاقہ بہاولپور گھلواں میں ایک جلسہ میں محترم عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنے مذکور واعظ کے فروکش تھے۔ کمرہ مخصوص سے باہر اس علاقہ کے ایک عالم نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت پیش کرنا چاہی تو احمد سعید صاحب نے کہا کہ پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ "ابن کثیر"......کوئی اچھا ہوتا ہے؟ (یعنی ولد الحرام) اس محدث کبیر، مفسر اور امامِ وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعت التوحید والسنۃ بنفس نفیس موجود تھے[2]

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد طعنش اندر کار پاکاں می دہد

گندے رجحانات

اس گروپ کا جہاں حلقۂ اثر بنتا جا رہا ہے، وہاں یہ تاثرات موجود ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام قطعاً نہیں سنتے۔ اور عقیدہ "عدم سماع" جزوِ ایمان ہے۔

(۲) آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد اطہر سے کسی قسم کا نہیں اور "تعلقِ روح" کا عقیدہ بت پرستوں کا ہے۔

(۳) صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر اجتماع بے ضرورت ہے۔

(۴) امام زین العابدین اُمت کے لوگوں کو روضۂ اطہر کی زیارت اور حاضری دینے سے منع فرماتے تھے۔

---

[1] شیخ القرآن نے ۲۸ رمئی ۱۹۸۰ء میں انتقال فرمایا۔

[2] احمد سعید چتروڑگڑھی کو انہی خرافات کی وجہ سے ایک عرصہ کے بعد اشاعت سے نکالا گیا، کیوں نکالا گیا؟ اس پر ایک کتاب "خس کم جہاں پاک" لکھی گئی...... چنانچہ "خس کم جہاں پاک" کا مرتب محمد افضل ضیاء (محمد افضل ضیاء) لکھتا ہے: "ایک مجلس میں گفتگو کے دوران کسی نے علامہ ابن کثیرؒ کا حوالہ دے دیا، احمد سعید نے کہا کہ اسے چھوڑو...... مخاطب نے کہا علامہ ابن کثیرؒ تو بڑی قابل اعتماد شخصیت ہے......تو اس پر کہا: "یہ بتاؤ ابن کثیر کا معنی کیا ہے، یعنی وہ جس کے کئی باپ ہوں۔" استغفر اللہ!

(خس کم جہاں پاک ص ۱۵۵)

(۵) حضور ﷺ کی قبر پر درود و سلام کے لئے صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ ہی جاتے تھے، مگر ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ عام گورستانوں کے مردوں کی طرح کچھ نہیں سنتے۔

(۶) صلوٰۃ وسلام کے سماع اور زیارت بعد الوفات کا عقیدہ یہودیوں کا بنا ہوا ہے۔

(۷) جن حدیثوں سے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر ثابت ہے، وہ قولِ رسول نہیں من گھڑت قصے ہیں۔

(۸) سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ شرک کی جڑ ہے۔

(۹) موت کے بعد عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسم عنصری کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ کو مدینہ شریف والی قبر میں حیات النبی ماننا صریح غلط ہے!

(۱۱) اصل قبر یہ نہیں جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے، بلکہ قبر اس مقام پر ہے جہاں روح موجود ہے۔

(۱۲) قرآن مجید کی شرح کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں اور آئمہ دین کے قول کا کچھ اعتبار نہیں۔

یہ تمام تاثرات ''تشدد گروپ'' کی کتابوں میں سے (جن کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تصدیق وتائید حاصل ہے) پیدا کئے جاتے ہیں۔ عام سننے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ عقیدہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' علماء دیوبند اور اشاعت التوحید والسنۃ کے جمہور علماء کا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک ماسوائے محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کے پروردہ ''تشدد گروپ'' کے کسی مسلمان کا نہیں۔

ہمارے ہاں شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب اور واعظ احمد سعید خطاب کر رہے تھے۔ توحید کے موضوع پر کہا ''بت'' نہیں سنتے، خدا سنتا ہے۔ ''بت'' عام ہیں، خدا کے بنائے ہوئے ہوں، جیسے حضور ﷺ یا لات ومنات کی مورتی۔ شاہ صاحب نے تصدیقاً سٹیج پر فرمایا کہ یہ نوجوان میری کمی انشاء اللہ پوری کرے گا۔ بجائے اس کے کہ شاہ صاحب اس گستاخ اور موہنِ رسول کے منہ میں لگام دیتے اور اصلاح فرماتے الٹا اس کی تحسین فرما کر فریب خوردہ محقق بنا دیا[1]۔ عبدہ: عبدالعزیز عفی عنہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

اَللّٰهُمَّ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

اَللّٰهُمَّ وَتَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

(ذریعۃ الوصول:۳۵)

---

[1] اور جب احمد سعید نے عنایت اللہ شاہ بخاری کو کافر و مرتد تک کہا تو پھر اشاعت والوں کو احساس ہوا اور اسے اشاعت سے خارج کیا۔ چنانچہ ضیاء اللہ شاہ بخاری کہتے ہیں: ''آپ مولانا احمد سعید خان کی تقریریں سنیں، وہ شخص ایک طرف کہتا ہے کہ عنایت اللہ شاہ بخاری میرے روحانی باپ ہیں، وقت کے ولی ہیں، آیت من آیات الباری ہیں، اور تقریر کے آخر میں کہتا ہے جو شخص مرتد کا ذبیحہ کھائے وہ مرتد ہے۔'' حالانکہ اسے معلوم ہے کہ عنایت اللہ شاہ کئی لوگوں کو جنہیں وہ مشرک بھی سمجھتے ہیں...... ان کے ذبیحہ کو اہلِ کتاب کا ذبیحہ سمجھتے ہیں۔ احمد سعید کی متضاد بیانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنایت اللہ شاہ بخاری کو مرتد ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ (خس کم جہاں پاک ص ۷۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۃ الکتاب

الحمد للہ علی آلائہ والصلوۃ والسّلام علٰی سائر انبیائہ واولیائہٖ اما بعد! فان اللہ تعالٰی بعث نبینا محمدًا ﷺ وجعلہ خاتم النبیّین ورحمۃ لّلعالمین۔ اصحابہٗ نجومُ الھدٰی احفادہٗ بدور الدجٰی امتہٗ خاتم الامم وکتابہٗ مصباحُ الظلم احیٰی قلوب العباد بالقرآن وفتح حصون البلدان بالعرفان۔ طوبی لمن احبہٗ وتبع دینہٗ وصلّی علیہ وسلّم قضاءً لحقّہٖ وفداءً لحبّہٖ والخیبۃ والخسران علٰی من جفّ لسانہٗ عن مدحہٖ وخفّ بیانہٗ فی عھدہٖ نشاء قومٌ ببلادنا یسمّونھم اھل التوحید وعشاق القرآن اقوالھم عجیبۃٌ واحوالھم غریبۃٌ مبلغ علمِھم تکفیر الفقھاء ومنتھٰی ادبھم ھجو العلماء ختام مجالسھم کثرۃ الھزیان وفذلکۃُ محافلھم ضیاع الایمان یبحثون عن مسائل الّتی تحیر فیھا ھمم السالفین الصالحین یقولون ان موت نبیّنا ﷺ کموت احدنا لانّ اللہ تعالٰی یقول إنّ حیاۃ الابرار وموتھم لیست مساویۃً لموت الاشرار والفسّاق وحیاتھم ویقولون فارقت روحہٗ ﷺ عن جسدہٖ فراقًا لا تعلق ولا اتصال بینھما إلٰی یوم القیٰمۃ وأنّہٗ علیہ السلام لا یسمع سلامُ من یسلّمُ علیہ عند قبرہٖ والاحادیث الواردۃ فی ثبوتِ السّماع اقوالٌ باطلۃٌ ونقول عاطلۃٌ ومن یقول بالسّماع فھو کافرٌ ومن شکّ فی کفرہٖ فھو کافرٌ لیس عندھم دلیلٌ صریحٌ مّن الکتابِ والسّنّۃ إلّا الإستخراج علٰی طریق الخوارج واھل الاعتزال۔ وأنا اقول: حیاۃ نبینا ﷺ اعلٰی وارفق وافضل وافوق علٰی حیاتنا ومماتہٗ لیس کموت احدنا جسدہٗ سیّد الاجساد وروحہٗ امامُ الارواح وقبرہٗ روضۃٌ مّن رّیاض الجنّۃ والسّلامُ علیہ عدد معلوماتِ اللہ ومقتضیات رحمتہٖ۔ الاقتفاءُ بآثارِ السّلفِ الصّالحین خیرٌ من غوغاء المرجفین وتقلید اجماع الامّۃ اولٰی من تنقید اھل الغمۃ۔ الفت ھذا المکتوب فی ثبوت سماع السّلام لہٗ ﷺ عند قبرہٖ الشریف وضریحہ المنیف بدلائل واضحۃٍ من السّنّۃ واجماع الامّۃ واوردت فیہ تصریحات فقھاء المذاھب الاربعۃ قدماءِ الاسلام والمتأخرون علماء الامصار والمفسّرون یصرحون بأنّ النّبی ﷺ یسمع سلامُ من یسلّم علیہ عند قبرہٖ فقول من ینکر السّماع کذب ومین زیغ ورین بیانہ باطلٌ ولسانہ عاطلٌ تحریرہٗ کاسدٌ وتقریرہٗ فاسدٌ وانھم فی تحقیق المسئلۃ لیسوا فی عیر ولا نفیر۔ من کفر قائل السّماع فکأنّہٗ خرّ من السّماء نکب عن الصّراط وغوٰی۔ اسئل اللہ تعالٰی ان یوفّقنی لما یحب ویرضٰی۔ بیدہٖ مقالید الھدایۃ وھو مالک البدایۃ والنّھایۃ واصلّی علٰی رسولہ الکریم واسلم علٰی نبیّہ الرءوف الرحیم بالمومنین وعلٰی آلہٖ واتباعہ اجمعین۔

سلف صالحین کا احترام اور ان پر اعتماد

ہمارے پاس دینی اور مذہبی ذخیرہ جتنا ہے وہ سارے کا سارا اَسلافِ اُمت کا چھوڑا ہوا ورثہ ہے۔ ہمیں جس طرح ان پر اعتبار و اعتماد کرنا ضروری ہے اس طرح ان کا احترام کرنا بھی مذہب و اعتقاد کا ایک حصہ ہے۔ رافضی اور خارجی کی تعریف یہی ہے کہ ان کو حضور ﷺ کے ساتھیوں اور اُمت کے رہنماؤں پر اعتماد نہیں ہے۔

ارشادِ ربانی: ''وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ''

''وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا بیر نہ رکھ، اے ہمارے رب تو ہی نرمی کرنے والا مہربان ہے''

ہندوستان کے معروف مفسر قرآن حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولکن الحق ان جمهور القرن الاوّل افضل من جمهور القرن الثانی ونحو ذٰلک والملة انما تثبت بالنقل والتوارث ولا توارث الا بان یعظم الذین شاهدوا مواقع الوحی وعرفوا تاویله وشاهدوا سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یخلطوا معها تعمقا ولا تهاونا ولا ملة اخزی'' لیکن یہ بالکل یقینی امر ہے کہ دورِ اوّل کے جمہور مسلمان دورِ ثانی کے جمہور مسلمانوں سے افضل تھے اور اسی طرح افضلیت درجہ بدرجہ ہے اور مذہب کا ثبوت نقل اور توارث سے ہوتا ہے اور توارث اس کے بغیر ناممکن ہے کہ ان لوگوں کی تعظیم کی جائے جنہوں نے وحی اُترنے کی جگہوں کو دیکھا اور اس کا مطلب معلوم کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مشاہدہ کیا اور تعمق وسستی کو مخلوط نہیں ہونے دیا اور نہ اس میں کسی دوسرے مذہب کو ملنے دیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۵ ج ۲ مبحث فی المناقب)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارت ہمیں اپنے اسلاف کی محبت وعظمت کا درس دیتی ہے کہ ان کا احترام بھی ہو اور ان پر اعتماد بھی ہو۔ رموزِ شریعت واسرارِ مذہب کا واقف ان سے زیادہ کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ محققین دورِ حاضر اور منکرین جمہورِ اُمت نے جس طرح بے دردی سے تیغ تکفیر نیام سے باہر نکالی ہے اور اسلاف کے اعتماد واحترام کو پامال کیا ہے۔ امتِ مرحومہ پر ظلم وزیادتی وناروائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے لوگ جو بھی ستم کاری کریں گے وہ ثواب ان روحوں کو ایصال ہوگا جو ان کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور ائمہ دین کی حیثیت

تحقیق مسائل کے نام سے جو طریقہ دورِ حاضر کے چند شریفوں نے ایجاد کیا ہے اور محترم سید عنایت اللہ شاہ صاحب ان کی تصدیق وتائید کرتے جارہے ہیں، اکثر عوام کو انکارِ حدیث اور لادینی کی طرف لے جارہا ہے۔ جب اس گروپ کے بعض واعظ سٹیج پر بعض راویانِ احادیثِ صحاح ستہ اور شارحین حدیث کو ''حرامی'' کہنے سے حیاء وحجاب محسوس نہیں کرتے تو سامعین یہ تاثر لیتے ہیں کہ صحاح ستہ کی کتابوں میں بھی بہت بڑے بددیانت لوگ ایسے روایت کرنے والے موجود ہیں جو من گھڑت باتوں کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنے میں خوفِ خدا نہیں رکھتے۔ اس طرح ذخیرۂ حدیث اور راویانِ حدیث پر بدگمانی کا آغاز ہوتا ہے۔ حدیث کا نام سنتے ہی خیال آتا ہے نامعلوم اس کا راوی کون ہے؟

واقعہ: میں ایک مقام پر درسِ قرآن مجید دے رہا تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے ذکر میں یہ حدیث آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر اطہر میں نماز پڑھتے دیکھا، تو فوراً ایک صاحب بولے: مولانا! اس حدیث کو کتاب اللہ سے ملاؤ۔ میں نے کہا: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جو کچھ تمہیں رسول اللہ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمادیں رُک جاؤ اور یہ حدیث صحاح ستہ کی ہے۔ کہنے لگا: حدیث کو قرآن سے اس طرح ملاؤ کہ یہ بات وہاں بھی مذکور ہو۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بزرگ ادھر سے آئے ہیں، جہاں ''حسبنا کتاب اللہ فقط'' کا درس

پڑھایا جاتا ہے: ''قال رسول اللہ ﷺ: ترکتُ فیکم اَمَرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بھما، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہوؤ گے۔ ایک قرآن مجید، دوسری سنت رسول (ﷺ) (مشکوٰۃ ص۳۱)

''قال رسول اللہ ﷺ: لا الفینّ احدکم متکئًا علی اریکتہٖ یأتیہِ الامر من أمری مِمّا أمرتُ بہ او نھیتُ عنہ فیقول لاَ ادری ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ایسا نہ پاؤں کہ تم میں سے کسی تکیہ لگا کر بیٹھنے والے کے پاس میرا حکم پہنچے اور وہ یہ کہے کہ جو ہمیں قرآن مجید میں ملے گا اس کی اتباع کریں گے، دوسری کوئی چیز میں نہیں جانتا (یعنی حدیث کا انکار کردے) (مشکوٰۃ ص۲۹)

''والمعنی لا یجوز الاعراض عن حدیثہٖ علیہ الصّلوۃ وَالسّلام لِأنّ المعرض عنہ معرض عن القرآنِ، قال اللہ تعالٰی: وماآتکم الرّسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا!''

''معنی یہ ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ سے اعراض جائز نہیں کیونکہ حدیث کا انکار درحقیقت قرآن مجید کا انکار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: جو کچھ تمہیں رسول اللہ دیں اس کو پکڑ لو اور جس چیز سے منع کریں وہ چھوڑ دو۔''

''عن یحیی ابن کثیر قال: کان جبریل علیہ السلام ینزل بالسنۃ کما ینزّل بالقرآن ''یحیٰی ابن کثیر سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام سنت کو بطور وحی لے آتے تھے جس طرح قرآن مجید کے ساتھ اُترتے تھے۔

(مرقات ج۱ ص۳۲۶)

محدث کبیر ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف کی شہادت قرآن مجید سے پیش فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے پیغمبر کوئی بات اپنی خواہش سے ظاہر نہیں فرماتے بلکہ ان کا فرمان وحیِ الٰہی ہوتا ہے: ''قال اللہ تعالٰی: وما ینطق عن الھوٰی۔ اِن ھو اِلّا وحیٌ یُوحٰی'' (مرقاۃ ج۱ ص۴۰)

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ''میرے پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کا بیان وحکم وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔''

حدیثِ رسول ﷺ قرآن کی شرح ہے اور اس کا منکر قرآن کا منکر ہے۔

''قال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ: کل ما حکم بہ رسول اللہ ﷺ فھو ممّا فھمہ من القرآن ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ حکم جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ آپ نے قرآن مجید سے سمجھ کر ہی فرمایا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج۱ ص۲۴۰)

''والمعنی لایجوز الاعراض عن حدیثہٖ ﷺ لِأنّ المعرض عنہ معرض عن القرآن'' حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا قرآن مجید کے انکار کرنے کے برابر ہے۔ (مرقاۃ ج۱ ص۲۳۶)

اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے دو ضابطے متعین فرمائے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ۔ کسی مسلمان کے لئے قطعاً یہ گنجائش نہیں کہ وہ از خود کسی حدیث کو جھٹلا دے یا کسی آیتِ قرآنی کا انکار کردے۔ البتہ جو بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہو اور اس کے فرمانِ رسول نہ ہونے میں ائمہ حدیث کا اتفاق ہو، اس پر عمل نہ کرنا یا اس کو حدیث نہ ماننا ہی اچھا ہے۔

درجنوں مسائل ہیں جو حلال وحرام کی حد تک ائمہ دین کے درمیان اختلافی ہیں۔ اگر حنفی حنبلیوں کی حدیثوں کو اور شافعی مالکیوں کی روایتوں کو ''جھوٹ'' کہنا شروع کردیتے تو عالم اسلام میں سنتِ رسول ﷺ کا نام

برائے نام رہ جاتا۔ بے شک ہر فریق اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ احادیث پیش کرتے ہیں، مگر دوسرے کی حدیثوں کو ''جھوٹ'' یا ''من گھڑت قصہ'' کہنا کسی محدث یا اہلِ علم کی شان ہی نہیں۔ کہاں یہ تنگ بازار ''سفلی زبان'' اور کہاں محدثین کی پُرمغز ''تنقید''۔ اگر اختلافی مسائل میں اسلافِ اُمت خداترسی ورواداری کا شیوہ اختیار نہ فرماتے تو علماء کرام کی آبرو لُٹ جاتی۔ کتابیں اور تصانیف جلا دی جاتیں۔ مذہب اور اہل مذہب مٹ جاتے۔ پھر مذہب ومسلک ایک تماشا ہوتا۔ بے شک ایک محتاط طریقہ سے ائمہ حدیث نے بعض راویوں اور الفاظِ روایات پر جرح فرمائی ہے اور اس فن میں کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔ مگر محققین نے ''جرح وتوثیق'' کے لئے ضابطے وضع فرمائے ہیں۔ عجب ہے کہ جس حدیث کو ائمہ اسلام نے تسلیم کرلیا ہے اور پوری اُمت بھی بلاچوں وچرا اس کے مفہوم سے متفق ہے، اس کے برعکس بلکہ جمہور اُمت کے خلاف ایک فرقے کی بنیاد رکھنے کا کیا مطلب؟ جس دور میں کسی شخص کو قرآن وحدیث سے جو سمجھ آئے، اگر وہ ایک مسئلے کا ''موجد'' اور ایک فرقے کا رہنما بنتا جائے تو ''مجتہد اور مبتدع''، ''قذاق اور پیشواء''، ''صاحب فراست اور ابلہ فریب'' میں کون فرق کرسکے گا؟ اور آئے دن اس قسم کے فتنہ پاش مجددادر مفتیوں کی لکدکوب اور ریشہ دوانیوں سے اُمت مرحومہ کو کون محفوظ رکھ سکے گا؟ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قرآن مجید کی شرح حدیثِ رسول ﷺ سے اور سنتِ رسول ﷺ کی شرح اقوالِ ائمہ کرام سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال حدیثِ نبوی ﷺ کی شرح ہیں

''قال الامام الشافعی رحمہ اللہ جمیع ما تقولہ الائمۃ شرح للسنّۃ، وجمیع السنّۃ شرح للقرآن''

''امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (در بارہ مسائل) ائمہ دین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سنتِ رسول ﷺ کی شرح ہے، اور ساری حدیث قرآن مجید کی شرح ہے۔'' (مرقاۃ ج۱ ص۲۴۰)

''قال الطیبی وفیہ اشار بانّ من خالف السنّۃ وان کان فی الظاھر مزینًا مطیبًا مکرمًا عند الناس فھو فی الحقیقۃ نحس اخس من الکلب'' علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث میں اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث کی مخالفت کرتا ہے، اگرچہ وہ بظاہر بڑی عزت کا مالک ہو مگر حقیقت میں وہ ناپاک اور کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(مرقاۃ ج۱ ص۴۷)

ہر مسلمان کے لئے رسول ﷺ، صحابہؓ اور ائمۃ المسلمین کا عمل حجت ہے

''قال اسحاق ابن ابراھیم الفقیہ وممّا لم یزل من شان من حج المرور بالمدینۃ والقصد إلی الصلوۃ فی مسجد رسولِ اللہ ﷺ والتبرّک برویۃ روضتہ ومنبرہ وقبرہ ومجلسہ وملامس یدہ وموا طی قدمیہ والعمود الذی یستند إلیہ وینزل جبریل بالوحی فیہ علیہ ومن عمدہ وقصدہ من الصحابۃ وائمۃ المسلمین والاعتبار بذٰلک کلّہٖ'' اسحاق فقیہ فرماتے ہیں ہمیشہ یہی طریق رہا کہ جو شخص حج بیت اللہ کرتا تھا وہ مدینہ طیبہ بھی جاتا تھا۔ اس لئے کہ مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز پڑھے گا، روضۂ پاک، منبرِ نبوی ﷺ اور قبر مبارک کی زیارت کرے گا، جہاں آپ ﷺ بیٹھتے، ہاتھ لگاتے اور چلتے پھرتے تھے۔ نیز وہ جگہ دیکھے گا جس لکڑی سے

آپ ﷺ تکیہ لگاتے اور جس مقام میں وحی نازل ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۃ المسلمین نے جو کچھ کیا، معتبر وہی ہے۔ (الشفاء عن الاز فاء ص ۱۰۱)

''فلا ینبغی لِاحدٍ ان یخرج عمّا مضت به السنّة و جاء ت به الشریعة و دلّ علیه الکتاب و السنّة و کان علیه سلف الامة و ما علمه قال به و ما لم یعلم امسک عنه'' مسلمان آدمی کو یہ لائق نہیں کہ اس طریقہ سے نکل جائے جو سنت وشریعت سے ثابت ہے۔ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتی ہے اور اسلاف اُمت اس پر چلتے تھے، آدمی جو کچھ جانتا ہے کہہ دے ورنہ خاموش ہی رہے۔ (الرسائل والمسائل للامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۶)

تفسیر بالرأی حرام اور خارجیوں کا طریقہ ہے

(۱) قرآن مجید کے پہلے مفسر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو ہمارے نبی اور ہادی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مفسرین کرام کا پہلا طبقہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(۲) دوسرا طبقہ اصحابِ مجتہدین حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حَبرالامۃ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما ہیں جنہوں نے بلا واسطہ تفسیر قرآن پاک نبی کریم ﷺ سے حاصل کی۔

(۳) تیسرا طبقہ شاگردانِ صحابہؓ ''تابعین'' حضرات ہیں۔ جو ایک واسطہ سے پیغمبر اسلام ﷺ کے شاگرد ہیں۔ مثلاً حضرت مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطا ابن ابی رباح، حسن بصری، مسروق ابن الاجدع، سعید ابن المسیب، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضحاک ابن مزاحم وغیرہم (رحمہم اللہ)۔ بالآخر مفسرین کرام کے نو طبقات ہیں۔ ان بزرگوں کی تفاسیر وتشریحات میں یہ کہیں نظر نہیں آیا کہ ''سماع'' کے قائل مشرک وکافر ہیں۔ مگر ''تشدد گروپ'' کا ہر فرد یہ کہتا ہے کہ سماعِ موتیٰ خصوصاً ''سماعِ سلام'' انبیاء علیہم السلام عندالقبر کا قائل از روئے قرآن کافر ہے۔ مفسرین کا یہ دسواں طبقہ جو اپنی رائے سے مطالبِ قرآن کی تشریح کرتا ہے، یہ تفسیر بالرأی حرام مطلق اور فعل خبیث ہے۔ خارجیوں نے وہ تمام قرآنی آیات جو غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کے خلاف اُتری تھیں کو اپنی تاویل اور تفسیر بالرأی سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور ان کو کافر بنایا۔ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اذ علمت هذا تعلم ان جمیع الأیات المتقدم ذکرها و ما مثلها من الأیات خاص بالکفار المشرکین لا یدخل فیها احد من المومنین لِأنّهم لا یعتقدون ألوهیة غیر الله تعالٰی و لا یعتقدون استحقاق العبادة لغیره تعالٰی و قد تقدم حدیث البخاری عن ابن عمر رضی الله عنه فی الخوارج انّهم انطلقوا إلٰی أیات نزلت فی الکفار فحملوها علی المومنین'' جب وہ معلوم ہو گیا تو یہ بھی سمجھو کہ تمام وہ آیات جن کا پہلے ذکر ہوا اور ان جیسی اور بھی یہ سب کی سب کافروں کے ساتھ خاص ہیں۔ مسلمان ان میں قطعاً داخل ہی نہیں، کیونکہ وہ تو غیر اللہ کی الوہیت کے بالکل قائل نہیں اور نہ کسی کو مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خارجیوں کے خلاف بخاری شریف میں جو روایت درج ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ خارجیوں نے تمام وہ آیتیں جو کافروں کے خلاف اُتری تھیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیں اور ان کو کافر کہا۔ (خلاصۃ الکلام ج ۲ ص ۲۴۰)

خلاصہ یہ کہ اپنی رائے ذاتی، اور ذاتی تفسیر سے کسی مسلمان کو کافر کہنا خارجیوں کا طریقہ ہے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک بدترین فرقہ ہے۔ جنہوں نے توحید کا لبادہ پہن کر مسلمانوں کو کافر کہا۔

صرف اپنی عقل سے فرمانِ رسول ﷺ کو رَد کرنا گناہ عظیم ہے

''تشدد گروپ'' اور ان کے سرپرستوں کا یہ فتویٰ کہ جو شخص ''سماع السلام عندالقبر'' کا قائل ہے، وہ کافر اور ابوجہل کا ٹبر (خاندان) ہے، یہ محض ان کے ذہن کی اختراع ہے۔ جس کا سلسلہ نسب کوئی نہیں ہے۔ مگر اتباع خوارج میں یہ لوگ اس کو تفسیر قرآن کہتے ہیں۔

محترم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو بزرگ ''سماع سلام عندالقبر'' کے قائل ہیں ان کے اقوال پیش نہ کئے جائیں۔ ادھر فرماتے ہیں کہ: ''سماع'' کے قائل ابوجہل کا ٹبر (خاندان) ہیں۔ دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا ابوجہل بزرگوں کی صف میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بقول محترم شاہ صاحب ''سماع کا قائل'' تھا یا بزرگانِ دین ابوجہل کے ساتھ مل جائیں گے۔ کیونکہ وہ بھی ''سماع سلام عندالقبر'' کے قائل ہیں۔ کوئی مخبوط الحواس یہ بے ربطی مارتا تو کچھ تعجب نہیں تھا، مگر ایک اہلِ علم، خطیب اور آزمودہ کار شخص سے ایسی حرکت کا صادر ہونا باعث حیرت وتعجب ہے۔

امام ابواسحاق شاطبی ﷫ نے اپنی معروف کتاب میں فرمایا ہے: ''وذهبت طائفة إلى نفي اخبار الأحاد جملة والاقتصار على ما استحسنهٔ عقولهم في فهم القرآن حتى أباحوا الخمر بقوله ''ليس على الذين أمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فيما طعموا'' (الأية) ففي هٰؤلاء وامثالهم قال رسول الله ﷺ ''لا الفيَنّ احدكم متكئا على اريكته ياتيه الامر من امري مِمّا امرت به او نهيتُ عنه فيقول لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه'' وهذا وعيد شديد تضمنته النهي لاحق بمن ارتكب رد السّنة'' ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو خبر واحد کو نہیں مانتا اور قرآن کو سمجھنے میں اپنے عقل کا فیصلہ اچھا سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن پاک کی اس آیت سے شراب کا استعمال جائز کرتے ہیں۔ (ليس على الذين۔ الأية) ایسے لوگوں کے بارے میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایسا نہ پاؤں کہ تم تکیے لگا کر بیٹھ جاؤ اور میرے امر ونہی کی حدیثوں کو رَد کرتے جاؤ، اور یہ کہو کہ جو کچھ کتاب اللہ میں ملے گا ہم اس کی اتباع کریں گے۔'' یہ حدیث سنت کو رَد کرنے والوں کے خلاف وعید شدید بیان کرتی ہے۔
(الاعتصام ج ۱ ص ۱۴۵)

منہ زور اور تارک جماعت انسان گمراہ ہے

کافر سازی کا کاروبار کرنے والے ہمارے معاصر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ ''اہلسنّت والجماعت'' کے کس فرقے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں روئے زمین پر کوئی ایسا اہلِ علم نہیں ملے گا جو اس قسم کی فتویٰ بازی و کافر سازی کا کاروبار کر گیا ہو۔ فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ''اہلسنّت والجماعت'' کے چار گروہ ہیں اور چاروں ہی برحق ہیں۔

ائمہ اربعہ برحق ہیں

کتاب وسنت کے حامی اور دینِ حق کے مساعی ہیں مالکی، حنفی، حنبلی اور شافعی۔ چاروں ائمہ دین اور تمام مسالک کے فقہاء کرام اور مجتہدین میں سے کوئی ایسا نہیں ملے گا جس نے ''صلوٰۃ وسلام'' بر روضۂ رسول ﷺ پڑھنے کا انکار کیا ہو یا سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کے قائل کو کافر بتایا یا سماع کی نفی کی ہو۔

صوفیاءِ کرام کے بھی چاروں سلسلے برحق ہیں

فقہاء کرام کی طرح ذاکرین اور صوفیاء حضرات کے بھی چار فرقے ہیں۔ وظاف و اوراد کی ترتیب میں باہم مختلف العمل ہونے کے باوجود چاروں برحق روحانی پیشواء ہیں۔ نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی۔ مثلاً حضرت جیلانی سید عبدالقادر رحمہ اللہ کے متوسلین قادری اور خواجہ معین الدین رحمہ اللہ کے ''چشتی''، خطیب توحید اور داعیٔ سنت، مجدد الف ثانی یہ حضرت امام احمد سرہندی نوّر اللہ مرقدہٗ کے ''نقشبندی'' اور شیخ المشائخ شہاب الدین رحمہ اللہ کے ''سہروردی'' یہ اَسلاف یا ان کا کوئی متوسل و مرید، صوفی، درویش اور عالمِ دین یہ نہیں کہتا اور لکھتا کہ ''صلوٰۃ وسلام'' برمزار خیر الانام ﷺ پڑھنا منع ہے یا ''عقیدۂ سماع'' کفر ہے۔

متکلمین کے دو طبقات

اس طرح متکلمین فقہاء میں دو طبقے ہیں۔ ''ماتریدی'' یا ''اشعری'' منکرینِ اسلام کو ہمت ہے تو کوئی ''ماتریدی'' متکلم یا ''اشعری'' عالم ایسا بتائیں جس نے ایسا فتویٰ جاری کیا ہو۔ ''ظاہری فرقہ'' جو داؤد ظاہری کی تحقیقات، کے تابع ہیں اور ''غیر مقلدین'' اہلِ حدیث جو استخراجِ مسائل میں کسی فقیہ اور امام مجتہد کی تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ ہر دونوں اہلِ سنت والجماعت ۔سے خارج نہیں ہیں۔ ان میں بھی کوئی اہلِ علم ایسا نہیں ہے جو صلوٰۃ وسلام بر روضۂ رسول ﷺ پڑھنے کا انکار کرے، یا قائلِ سماع کو کافر بتائے۔

سرزمینِ ہند میں شاہ ولی اللہؒ اور آپ کا خانوادہ پھر علماء دیوبند (جنہوں نے انگریز سرکار کے معتوب ہونے کے باوجود عرب وعجم کو زانوئے تلمذ لگانے پر مجبور کر دیا) ان میں سے ایک بھی ان مذہبی قذاقوں کا ساتھ نہیں دیتا جو اپنے آپ پر سُنی، حنفی اور دیوبندی لباس تن آرائی دکھا کر دیانت مذہبی اور غیرت ملی کا استحصال کر رہے ہیں۔ ایسے مصنوعی موحد اور جعلی محقق ایک لاکھ بھی مل جائیں تو امام شافعی رحمہ اللہ جیسے فقیہ و مجتہد کی غبارِ قدم کو بھی نہیں چھو سکتے۔

''مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا'' جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرتا ہے تو ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور جہنم جیسے بُرے مقام میں داخل کریں گے۔

قال رسول اللہ ﷺ: ''من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رَدٌ، متفق علیہ'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے اس دین میں نئی بات ظاہر کرے گا، جو اصل دین میں نہیں، وہ مردود ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۲۷)

''قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رایًا لم یکن لہ من الکتاب و السنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ'' قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسی بات کرے کہ قرآن وحدیث سے جس کی سند ظاہر نہ ہو اور اس کا اجتہاد و استنباط بھی نہ کیا گیا ہو، وہ مردود ہے۔'' (مرقاۃ: ج ۱ ص ۲۱۵)

''فإنّ الدین اتباع آثار الآیاتِ و الاخبارِ و استنباط الاحکام'' دین یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا اتباع کرے اور ان احکام کی اتباع کرے جو قرآن وسنت سے استنباط ہو چکے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۱۵)

کوئی ان شریفوں کو سمجھائے کہ اس کاروبار کے آغاز سے اگر آپ لوگوں کا مقصد اُمت کو سہولت پہنچانا ہے تو یہ سہولت آئمہ دین مجتہدین پہلے میسر کر چکے ہیں۔ اس وقت اجتہاد و استنباط کی ضرورت باقی نہیں ہے اور اگر مقصد یہ ہے کہ اُمت میں ایک فرقہ مزید وجود پذیر ہو جائے تو یہ بھی اس لئے ٹھیک نہیں کہ اس سے پہلے اُمت کئی طبقوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور الحمدللہ اختلاف و تقسیم کے باوجود وہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے۔ اب ایسے فرقہ کی بنیاد ڈالنے جس کا وجود اُمت کو کافر بنائے بغیر قائم ہی نہیں رہ سکتا کی کیا ضرورت ہے؟ دینِ حق کے نام پر دین داروں میں تفریق پھیلانا اور اُمت کے حق پرست سوادِ اعظم کی اتباع و تقلید سے گریز کرنا کھلی گمراہی ہے۔

جن لوگوں کو اللہ پاک نے دینِ حق کی خدمت کے لئے چُن لیا ہے، ان کے خلاف محاذ آرائی کرنا باطل پرستوں کو کمک پہنچانے کے مترادف ہے۔ اگر آج ہم ان کی اس تحقیق اور انکشاف کے قائل ہو جائیں تو گویا ہم یہ ثابت کر کے دکھائیں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آئمہ دین اور سلف صالحین کے عقول عالی اس تحقیق کے ادراک سے محروم رہ گئے یا یہ کہ جو عقیدہ ان کا تھا وہ دراصل آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھا ۔

خطا بر بزرگاں گرفتن خطا است

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یجتمع اُمّتی علی الضّلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ و من شَذَّ شُذَّ فی النار''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو علیحدہ ہو گیا وہ جہنم میں جائے گا۔ (مشکوۃ ص ۳۰)

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتبعوا السّواد الاعظم فإنّہ من شَذَّ شُذَّ فی النار'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سوادِ اعظم یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو، جو شخص علیحدہ ہوگا جہنم میں جائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ ص ۳۰)

اب دیکھنا یہ ہے کہ: ''سوادِ اعظم'' جس کی اتباع و تقلید لازم ہے وہ کیا ہے؟ اور اس کی اتباع کس چیز میں ضروری ہے؟ اور اجماعِ اُمت سے مراد کون ہیں؟ عرب و عجم کے معروف محدث و فقیہ حضرت مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الجماعۃ اھل العلم والفقہ الذین اجتمعوا علٰی اتّباع آثارہ علیہ الصلٰوۃ والسلام فی النقیر والقطمیر ولم یبتدعوا ابالتحریف والتغییر السواد الاعظم یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ والمراد ما علیہ اکثر المسلمین فالحدیث یدلّ علی ان اجماع المسلمین حق والمراد اجماع العلماء ولا عدۃ بإجماع العوام'' جماعت سے مراد اہلِ علم و فقہ ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا اتباع کیا اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب و مفہوم نہیں بدلا۔ ''سوادِ اعظم'' مسلمانوں کی بڑی جماعت کا نام ہے۔ پس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع حق ہے اور اجماع سے مراد علماء کرام کا اتفاق ہے، عوام مراد ہی نہیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۴۹ خلاصہ)

تشدد گروپ کا مغالطہ اور فریب کاری

''کافر ساز'' فرقہ کے خطیب انکارِ سماع کے بارے میں فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ عوام یہ تاثر لیتے ہیں کہ سماع کا قائل ہونے سے قرآن کے ایک حصے کا انکار لازم آتا ہے۔

(۱) پہلا فریب: وہ یہ کہتے ہیں قرآن مجید میں ساٹھ آیات ہیں جو سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کی تردید کرتی ہیں اور چھ سو احادیث ہیں جو انکار سماع بیان کرتی ہیں[1]۔

جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت یا ایک حدیث بھی ایسی نہیں، جو نبی کریم ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کی نفی میں ناطق ہو۔ وہ آیات اور احادیث کہاں ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا نہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو نظر آیا نہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور باقی سلف صالحین کو؟ ہم تو حضور ﷺ کے سماع کے ثبوت میں دو حدیثیں ایسی پیش کرتے ہیں جو صاف بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو متواتر اور مشہور حدیث نہ سہی کوئی خبر واحد ہی پیش کر دیں جس میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ ہو کہ آنجناب ﷺ نہ عبدالقبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں۔ ہماری بات اہلِ علم اور دانش مند آدمی سے ہے، اِن پھکڑ قسم کے لیکچراروں سے نہیں جو نہ صرف علم وادب سے بے بہرہ ہیں بلکہ اپنے کام و دہن میں شریفوں جیسی زبان بھی نہیں رکھتے۔

(۲) دوسرا فریب: ''اصحاب کہف'' کے قصہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام دنیا والوں کی باتیں سنتے تو یقیناً وہ اپنے متعلق یہ بیان کرتے کہ ہم سنتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ متنازعہ فیہ بات تو صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ بعد الوفات اپنی قبر شریف کے پاس سے پڑھا ہوا درود شریف وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟ نہ عام مُردوں کی بات ہے اور نہ عام سماع کی بحث ہے۔ کیا اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام سے کسی نے یہ پوچھا تھا کہ آپ سلام یا درود وسلام سنتے تھے یا نہیں؟

ہم حقیقی موت کے بعد کی بات کرتے ہیں، وہ خوارقِ عادات والی بات بتاتے ہیں۔ ہم صاحبِ قبر خاتم الانبیاء ﷺ کی بات کرتے ہیں وہ میدانوں میں سوئے ہوئے حضرات کی کہانی سناتے ہیں۔ کہاں وہ اور کہاں یہ!

(۳) تیسرا فریب: قرآن مجید کی وہ آیات جن میں موجوداتِ عالم کی موت وفنا کا ذکر ہے، یہ لوگ اُن آیات کو نفیٔ سماع میں پیش کرتے ہیں۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ... كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ... كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ... اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا... ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ... مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ... وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ...

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ جو حضور ﷺ کی وفات پر پڑھا تھا: ''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ''

موت کا معنی ''روح کا وجودِ عنصری سے جدا ہونا'' بیان کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ موت جب ہر عضوِ بدن کو معطل کر دیتی ہے تو ''کان'' جو ایک عضو ہیں وہ سماع سے معطل کیوں نہیں ہوتے؟

---

[1] آج کل تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے۔ ایک سو آیات اور سولہ سو احادیث۔ راجن پور کے مناظرہ میں مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے چتروڑ گڑھی سے فرمایا تھا کہ تجھے ننانوے آیات اور پندرہ سو ننانوے (۱۵۹۹) احادیث معاف کرتا ہوں، صرف ایک آیت اور ایک حدیث سنا دے جس میں یہ ہو کہ رحمتِ دو عالم ﷺ اپنی مزار پُر انوار میں درود وسلام نہیں سنتے۔

(۱)...... جواب یہ ہے کہ موت کے بعد کے واقعات وحالات ایک دوسرے عالم میں ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کے فرمان سے اس عالم کی دوسری باتوں کو ہم نے ایمان بالغیب سے تسلیم کیا، سماع کو بھی اسی طرح مانیں گے۔

(۲)...... مذکورہ آیات میں ''موت'' کا ذکر ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی نہیں ہے ؎

من چہ گویم طنبورہ من چہ سراید

حضور ﷺ کی حدیث صریح کے مقابلہ میں موت کا معنی اور عقلی استحالے کیا وزن رکھتے ہیں؟ ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے کی بجائے صریح آیت قرآنی یا ایک حدیث پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ مخلوق کی موت وفنا اور خالق موجودات کا دوام وبقا کس عقلمند انسان سے مخفی ہے۔

ملا علی قاری ﷫ کا ارشاد ہے: ''فامر الروح واحوال البرزخ والأخرۃ علی خوارق العادات فلا یشکل شیء منھا علی المومنین بالأیات'' روح برزخ اور آخرت کے حالات تمام خلاف عادت ہیں مومن آدمی کو کسی چیز کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (یعنی اس کا ایمان بالغیب ہے) (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۰۰)

فرمان رسول ﷺ کے مقابلہ میں خود سمجھی تفسیر اور عقلی استحالے پیش کرنا احکام شریعت سے مسخرہ کرنے کے مترادف ہے۔ عالم غیب کی چیزوں کو عالم شہود واسباب کی چیزوں پر قیاس کرنا قرین عقل وقیاس نہیں ہے۔ دلائل سمعیہ وشواہد شرعیہ سے ضد نہیں ٹوٹتی تو مر کر دیکھ لیں یقین ہو جائے گا۔

(۴) چوتھا فریب: صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی کے بارے میں منکرین سماع چند وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں میت کے سماع کی صریحاً نفی ہے۔ تاثر یہ دیتے ہیں کہ ''سماع'' کا قائل منکر قرآن اور کافر ہے۔ آیات درج ذیل ہیں: ''إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ... وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ... وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ... إِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَ کُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ ...''

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ میت کچھ نہیں سنتی اور چونکہ حضور ﷺ بھی میت ہیں، لہٰذا ان کا بھی ''سلام عندالقبر'' سننا یا جواب دینا قرآن مجید کے خلاف ہے۔

نداء وخطاب میت میں فرق

جواب یہ ہے کہ نداء میت اور خطاب میت دو الگ الگ صورتیں ہیں۔ نداء میت یہ ہے کہ کسی مردے کو حاجت روا سمجھ کر دور یا قریب سے پکارا جائے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ ساری مخلوق کا مشکل کشا صرف ایک ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔

دوسرا کوئی بھی ہو ہر کسی کی نہیں سنتا اور نہ جانتا ہے۔ خواہ نبی ہو یا عام میت ہو۔ جن آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ تمہاری پکاروں کو نہیں سنتے، وہاں نداء میت مراد ہے۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد وہی پکار ہے جس میں کسی میت کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارا جائے۔

خطاب میت کی صورت وہی ہے جو حضور ﷺ نے تلقین فرمائی کہ جب کسی میت کی قبر کے پاس سے گزرو تو مخاطب بسلام ہوکر ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کہا کرو۔ تشدد گروپ کے بقول اگر حضور علیہ السلام عندالقبر سلام نہیں سنتے اور یہ عقیدہ بھی شرک ہے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں پر کس نے پٹی باندھ دی جو تمام شوافع اور اکثر حنابلہ عام موتی کے سماع کے قائل ہو گئے اور پوری اُمت حضور ﷺ کے سماع سلام عندالقبر کی قائل ہوئی؟ میت سے مانگنا اور موتی کا ہر بات سننا واقعی قرآن سے ثابت نہیں۔ مگر میت کے لئے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا اور موتی کو مخاطب بسلام ہونا تو سنتِ رسول ﷺ اور سیرتِ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہے۔ تمام باتیں کسی کی ازروئے قرآن حضور ﷺ بھی نہیں سنتے...... اور نہ آپ کی پکار جائز ہے۔ مگر یہاں تو قصہ ہی سلام پڑھنے اور سننے کا ہے۔ کہاں میت کی پکار جو عاداتِ مشرکین ہے اور کہاں خطاب بسلام جو طریقۂ سلف صالحین ہے۔ آیاتِ قرآنی کا عموم مسلّم، کہ حضور ﷺ ہر بات نہیں سنتے، نہ دور سے نہ قریب سے۔ لیکن احادیثِ نبویہ کا خصوص بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ صلوٰۃ وسلام عندالقبر سنتے ہیں۔ منکر کو حوصلہ ہے تو ایک حدیث تلاش کر لائے یا امام مجتہد کا قول یا کسی مفسر کا بیان جس نے آیات مذکورہ کی تفسیر میں صلوٰۃ وسلام کے سماع کی نفی کا قول فرمایا ہو۔ چودہ سو سال میں ایک مفسر بھی ان کی تفسیر بالرأی کا مصدق نہیں ملے گا۔

سماع صلوٰۃ وسلام اجماعی عقیدہ ہے

قرآن مجید میں ہے: ''آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے''...... ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سننا سنانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو متوجہ فرماتے ہیں، جب آپ درود وسلام سنتے ہیں۔ اگر ان لوگوں سے کسی مفسر کا بیان وقول مانگو تو کہتے ہیں ہماری ذاتی تحقیق ہے۔ متفقہ اور اجماعی عقائد کے برخلاف اپنی ذاتی تحقیق نے غلام احمد قادیانی کو ڈبویا، غلام احمد پرویز کو رُسوائے ملت کیا، سرسید کو نیچریت کی طرف لے گئی اور ہندوستانی علماءِ سوء کو فرنگی کا غلام بنا کے چھوڑا۔ القصہ! عام موتی کا سماع مختلف فیہ ہے مگر حضور ﷺ کا صلوٰۃ وسلام کو سماع فرمانا اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اس طرح قرآن وحدیث دونوں کا حق محفوظ ہو جاتا ہے کہ قرآن عام سماع کی تردید کرتا ہے اور حدیث سے مخصوص سماع ثابت ہوتا ہے۔ حدیث شریف کو محض اپنی ذات سے رد کر دینا اور قائلِ سماع کو کافر کہنا فریب کاری ہے۔

منکرینِ سماع کا پانچواں فریب

(۵) پانچواں فریب: ''تشدد گروپ'' کے ''فریب نواز'' عوام کو ایک اور چکر دیتے ہیں وہ یہ کہ اگر حضور ﷺ کے لئے عندالقبر سماع صلوٰۃ وسلام مان لیا جائے تو زندگی اور موت کا فرق نہیں رہے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: ''وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (الفاطر:۱۹-۲۲)'' اندھا اور دیکھنے والا، اندھیرے اور اُجالا، سایہ اور دھوپ، مردے اور زندے برابر نہیں۔

جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات رجالِ اُمت پر آپ کی زندگی اور وفات ہر دو

حالتوں میں حرام ہیں۔ نیز جس طرح آنحضرت ﷺ کی دنیوی حیات میں آپ کے قرب میں آپ کے سامنے بلند آواز سے اونچا بولنا منع تھا، بعد الوفات اب بھی بدستور وہی حکم ہے۔ کیا ان دو صورتوں میں بھی موت اور حیات نور اور ظلمات کے برابر ہو جانے کا سوال پیدا ہوگا؟ یا صرف بعد الوفات "سماع" ماننے سے یہ کلیہ ٹوٹتا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بعد وفات آپ کے بھی اُمت کے لوگ آہستہ کلام کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ مذکور دو باتیں جس طرح آپ کی حیات و موت میں بدستور قائم ہیں اس طرح آپ کے قرب میں درود و سلام کا سننا بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مخصوص فرما دیا ہے اور مردہ اور زندہ کے برابر نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر طرح وہ ایک دوسرے کی ضد بن جاتے ہیں، جیسا کہ زندہ ہے تو انسان کہلائے گا اور مُردہ ہونے کے بعد بھی انسان ہوگا۔ زندہ تھا تو مسلمان کہلاتا تھا، مردہ ہے تو مسلمان۔ زندہ تھا تو باپ تھا، مردہ ہو گیا تو باپ ہی رہے گا۔ بلکہ زندہ اور مردہ بعض احکام میں برابر نہیں ہوتے۔ مطلقاً وہ ایک دوسرے کی ضد نہیں بن جاتے۔

منکرینِ سماع کا چھٹا فریب

(۶) چھٹا فریب: منکرینِ سماع عوام میں ایک اور حربہ استعمال کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اگر حدیث "من صلّٰی عَلَیَّ عند قبری سمعتہ" مان لی جائے جس سے حضور ﷺ کا سماع عند القبر ثابت ہوتا ہے تو آیت: "اِنک لا تسمع الموتٰی" اور "وما انت بمسمعٍ من فی القبور" کی حیثیت ختم ہو جائے گی اور قرآن و حدیث کی ٹکر ہو جائے گی۔ نیز اگر "رَدَّ اللہ علیَّ روحی" کو حدیثِ رسول ﷺ مان لیا جائے تو قرآن مجید کی آیت "فیمسک التی قضٰی علیھا الموت" کا مقصد باطل ہو جائے گا جس کا مفہوم یہ ہے کہ روحیں اللہ کے ہاں بند ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی روح مبارک کا درود و سلام عند القبر پڑھنے والے کی طرف متوجہ ہونا، سلام کا جواب دینا غلط ہے اور من گھڑت قصہ ہے۔ معاذ اللہ!

جواب یہ ہے کہ اگر ان دو حدیثوں کو تسلیم کرنے سے قرآن و حدیث کی ٹکر اور مقابلہ ہوتا ہے تو پھر کئی احادیث اور بھی ہیں جن کو ماننے سے قرآن کا انکار لازم آ جائے گا۔ اس لئے کہ بظاہر ان کے اور قرآن مجید کے درمیان بھی مقابلہ نظر آتا ہے، پھر سب کا انکار کرو، یا سب کو تسلیم کرو۔

۱...... پہلی حدیث: قرآن مجید میں حکم ہے کہ ایک مرد چار عورتوں کو اپنے نکاح میں اکٹھا رکھ سکتا ہے اور یہ حکم عام ہے۔ مگر حدیث شریف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد ایک وقت میں نو تھی۔

۲...... دوسری حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ متوفی شخص کا ترکہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ اگر متوفی کی وارث صرف ایک لڑکی ہے تو سارے مال کا نصف حصہ لے گی۔ مگر بی بی فاطمۃ الزہراء ﷞ جو بعد وفاتِ رسول ﷺ ایک بنتِ رسول ﷺ ہی زندہ تھی، کو حضور ﷺ کے مال سے ورثہ کچھ بھی نہیں ملا۔

۳...... تیسری حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ صدقہ و خیرات کا مال فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے، ان ہی میں تقسیم کیا جائے۔ مگر حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور ﷺ باوجود مسکین ہونے کے صدقہ نہیں کھاتے تھے، البتہ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے......

۴...... چوتھی حدیث: قرآن مجید میں ہے کہ میت کے وجود کو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے، اور یہ ہر کسی کے لئے عام

ہے۔ چاہے کافر ہو یا مومن۔ مگر حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ﷩ کے وجود کو مٹی پر حرام کر دیا ہے وہ اس کو نہیں کھا سکتی۔ (إنَ اللہ حرَم علی الارضِ اَن تاکل اجساد الانبیاء)

۵...... پانچویں حدیث: قرآن مجید میں روزے کا وقت مقرر ہے، صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک۔ غروبِ آفتاب کے بعد کھانا پینا جائز ہے اور حکم ہے کہ روزہ کھول دو۔ مگر حضور ﷺ لگاتار کئی دن رات روزہ رکھتے تھے۔ جس کو فقہاء محدثین ''صوم الوصال'' کہتے ہیں۔

ان پانچ حدیثوں کا جواب محدثین کرام یہ دیتے ہیں کہ آیاتِ قرآنی کا عموم مسلم ہے۔ مگر چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے ترکہ کا ورثہ نہ بننا، صدقہ وخیرات کا مال نہ کھانا، انبیاء ﷩ کے وجود کو مٹی کا نہ بگاڑنا اور کئی دن رات صوم الوصال فرمانا آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس طرح ''إنک لا تسمع الموتی'' (النحل:۸۰) اور ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' (الزمر:۴۲) کا عموم تسلیم مگر سرورِ کائنات وفخر موجودات ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر سے تعلق واتصال اور عندالقبر سلام سننا اور جواب دینا بھی آنحضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔

جس طرح پہلی حدیثوں کو فرمانِ حبیب کبریا ﷺ ماننے سے قرآن کا مفہوم نہیں بگڑتا اس طرح آپ کے لئے درود وسلام کا سماع عندالقبر ماننے سے بھی ٹکراؤ نہیں آتا۔ منکرینِ سماع اور منکرینِ اُمت کی فریب کاری واضح ہونے کے بعد دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

منکرین سماع کا ساتواں فریب

تشدد گروپ کے مصنف وخطیب عوام کے ذہنوں کو اغوا کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کے لئے درود وسلام عندالقبر کا سماع مان لیا جائے تو مُردوں کا سماع ثابت ہوگیا۔ قرآن مجید مُردوں کے سماع کی تردید اس لئے کرتا ہے کہ شرک کی جڑ کاٹ دی جائے، نہ جڑ ہوگی نہ پھر شرک کی شاخیں نکلیں گی۔ عوام یہ تاثر لیتے ہیں کہ اگر ہم آنحضرت ﷺ کے لئے سماع مانیں گے تو مشرک ہو جائیں گے۔ اس کا جواب پہلے بھی دیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید عام سماع کی نفی کرتا ہے اور حدیث شریف سے مخصوص قسم کا سماع ثابت ہوتا ہے جو قطعاً قرآن مجید کے خلاف نہیں۔ مگر میں ان بے تحقیق محققین سے چند سوال کرتا ہوں۔

منکرین سماع سے چند سوالات

پہلا سوال: دنیا میں قبر پرستی کا جب آغاز ہوا تو لوگ محض قبروں کو ہی پوجتے تھے یا صاحبِ قبر کی پرستش مقصود ہوتی تھی؟

صاحبِ قبر کو نیک اور مقرب بارگاہِ خداوندی سمجھ کر پوجتے تھے یا صرف اس لئے کہ ہماری بات سن لیتا ہے؟

اگر ان لوگوں کو قبر پوجنا تھی تو ہر چوڑھے چمار، نیک اور بد کی قبر پوجا کرتے، چند خاص آدمیوں کی قبروں کا انتخاب کیوں کر لیا؟

اور اگر بات سن لینے والوں کی پوجا کرنی ہوتی تو بھی بلا تمیز ہر خاص وعام کو عرض معروض پیش کرتے۔ نیک

لوگوں کی مزاروں پر جانے کی کیا ضرورت سمجھی؟

ضروری تشریح: بات اصل یہ ہے کہ اس وقت سے آج تک عام لوگ فقیروں اور بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ یہ صاحب قبر اللہ کا ولی اور مختار ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی بات کو نہیں ٹالتا۔ میں کہتا ہوں کہ کسی میت کے سماع کو مان لینے سے اگر شرک کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں یا کفر کا دروازہ کھل پڑتا ہے تو اس کو اللہ کا ولی اور نیک وصالح تصور کرنے سے توحید کو خطرہ لاحق کیوں نہیں ہوتا؟

اگر سماع درود وسلام کے انکار سے توحید کا حق ادا ہوتا ہے تو اہلِ قبور اولیاء اللہ کی نیکی اور ولایت کا بھی انکار ضروری ہے۔ اگر بقول منکرینِ سماع ''عقیدۂ سماع'' شرک اور کفر کی جڑ ہے تو موتی کی نیکی وولایت کا عقیدہ بھی تمام شرکیات وبدعات اور کفریات کا اصل منبع ہے۔ کوئی شخص جب تک کسی میت کو صاحب اختیار ولی اللہ نہ سمجھے اس کی قبر کے قریب بھی جانے کو تیار نہیں ہوگا۔ محض سماع کے عقیدہ کو باعثِ شرک کہنا اور احادیثِ رسول ﷺ کو بالائے طاق رکھ دینا، عیاری وفریب کاری نہیں تو اور کیا ہے؟......

ایک مسلمان کا عقیدہ از روئے قرآن وحدیث یہ ہونا چاہئے کہ ماسواء اللہ کوئی فرشتہ ہو یا جن، نیک ہو یا بد اور زندہ ہو یا مردہ، سن سکتا ہو یا نہ، خدا کی مخلوق کا حاجت روا ہے نہ مشکل کشا، نہ خود فوق الاسباب کچھ کر سکتا ہے اور نہ کروا سکتا ہے۔ ایک آدمی کا عقیدہ جب اس طرح ہو تو چاہے ہر شخص کا سماع مانے یا کسی خاص کا، عقیدۂ توحید کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اس قسم کا محدود سماع نہ کسی زندہ کو خدائی صفات کا مالک بناتا ہے اور نہ کسی میت کو۔ اس طرح نیک اور پارسا بن جانے سے نہ کوئی زندہ مختار ومعبود بن جاتا ہے اور نہ کوئی مردہ۔ واللہ اعلم! مُردوں کے سماع سے قصرِ توحید کو کیوں زلزلہ آنے لگتا ہے؟ اور توحید کے نام پر کفر کی خدمت کرنے والوں کو کیوں اس قدر پریشانی لاحق ہو جاتی ہے؟ حالانکہ جو کچھ آنحضرت ﷺ کے لئے ثابت ہے، یعنی ''سماع درود وسلام عند القبر'' وہ باعثِ شرک نہیں اور جو باعثِ شرک ہے وہ آپ ﷺ کے لئے ثابت نہیں۔

عجب ہے کہ جب ادھر نبی کریم ﷺ کے لئے درود وسلام کا سماع ثابت کیا جاتا ہے تو ''تشدد فوج'' کا ہراوّل دستہ مع جنرل کمان حرکت میں آجاتے ہیں اور چاروں طرف توحید خطرے میں پڑ گئی، قرآن سے جنگ ہو گئی، قصرِ سنت گرائی جارہی ہے کا نعرہ سنائی دیتا ہے۔ ان اصحاب واحباب کو درود وسلام کے سماع ثابت کرنے والے سے اتنا نفرت ہے کہ تعزیہ وذُلدُل کی پوجا، مردہ ومزار کی پرستش، شمس وقمر کی عبادت اور کسی ماسوٰی اللہ کی بندگی کرنے والے سے نہیں۔ کوئی ان شریفوں سے پوچھے کہ درود وسلام عند القبر کے سماع سے آنحضرت ﷺ کو تو یقیناً راحت ہوتی ہے، قرآن وسنت اور شریعت کو بھی قطعاً کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ البتہ تم فرماؤ کہ آپ لوگوں کو کس قدر خطرۂ ایمان وجان لاحق ہو جاتا ہے۔ جو آپ اس قدر سخت بدحال وپریشان نظر آتے ہیں؟ گویا ان لوگوں کا مخالف ان کو کچھ دیگر نقصان پہنچانے کی بجائے حضور انور ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوکر درود وسلام پڑھنے لگ جائے تو ان کے لئے یہی جلن اور کڑھن ہی کافی ہے۔ مزید دشمنی کی ضرورت نہیں۔

کیا اچھا ہوتا کہ یہ کافر ساز فرقہ حضور ﷺ کی باقی خصوصیات وامتیازات کی طرح درود وسلام کا سماع بھی ایک خصوصیت وامتیاز مان لیتا اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے جمہور سلف صالحین کو کافر نہ کہتا۔ بعض خصوصیات کا اقرار اور بعض کا انکار کیوں؟

دوسرا سوال: جب سماع کا عقیدہ شرک تو حضور ﷺ نے اس کی جڑ کیوں نہ کاٹی؟

توحید اور شرک کے بارے میں جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو پورے دلائل اور واضح بیانات سے کماحقہٗ مسئلہ سمجھا دیا ہوگا۔ مگر پورے ذخیرۂ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ہو کہ اگر تم لوگ موتی کے سماع کے قائل ہو گئے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ جہاں جب ''سماع'' کا عقیدہ شرک کی جڑ تھا تو پہلے حضور ﷺ نے یہ جڑ ہی کیوں نہ کاٹی؟ درود وسلام کے سماع عندالقبر کے منکروں کے پاس کوئی صریح فرمان حضور ﷺ کا ہے تو پیش کریں۔

تیسرا سوال: اگر یہ عقیدہ شرک تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قلع قمع کیوں نہ کیا؟

اگر حضور ﷺ نے واضح طور پر یہ فرما دیا ہوتا کہ سماع موتی کا عقیدہ شرک وکفر کی جڑ ہے، اس سے پرہیز کرنا اور کسی نبی کی قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے کا موقع میسر آئے تو یہ تصور نہ کرنا کہ اللہ کا پیغمبر درود وسلام کو سماع فرما رہا ہے تو خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جس نے شرک و بدعت کے خوف سے ''شجرۃ الرضوان'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا، آپ نے درود وسلام کے سماع کا عقیدہ جو خود شرک کی جڑ ہے، اس کا قلع قمع کیوں نہ کیا؟ اور خود بنفس نفیس سماع موتی کے قائل ہو گئے۔ نیز عاشق رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی قائل ہیں۔

تمام شوافع، حنبلی، مالکی اور اکثر حنفی کیوں سماع موتی کے قائل ہو گئے؟ کیوں علماء دیوبند نے مطلق سماع موتی کے مسئلہ کو عہد صحابہ سے مختلف فیہا لکھ دیا؟ اور پھر پوری اُمت جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے درود وسلام کے سماع کی کیوں قائل ہو گئی؟ کیا عہد صحابہ سے علماء نجد وحجاز اور علماء دیوبند سمیت جو لوگ درود وسلام کے سماع عندالقبر کے قائل ہیں وہ سب شرک کی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں؟

چوتھا سوال: اگر عقیدۂ سماع شرک کا گیٹ ہے تو گندم، کشمش اور کھجور بھی خلاف شرع ہوں۔

عقیدۂ سماع اگر بقول تشدد گروپ شرک کا گیٹ ہے اور کفر باللہ کی جڑ ہے اس لئے کہ مردہ اور مزار پرستی یہاں سے شروع ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں گندم، کشمش اور کھجور بھی ممنوع ہونی چاہئے۔ کیونکہ اُم الخبائث شراب کی اصل جڑ یہی تین چیزیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ گندم کھاؤ مگر شراب کی طرف نہ جاؤ۔ درود وسلام کے سماع کا عقیدہ رکھو مگر شرک و بدعت کی طرف نہ جاؤ۔

شرک و بدعت کے چور دروازے خود حضور ﷺ نے بند فرمائے ہیں اور بدعات ومحدثات کی جڑیں بھی کاٹ دی ہیں۔

اب ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کی مذہبی فضاء کو غلاظت آلود کرنے کیلئے ایک سنڈھاسے کا ڈھکنا کھلوا کر محترم شاہ صاحب کو کیا فائدہ ہوگا؟

عقیدۂ سماع حضور ﷺ کے لئے باعث تکلیف؟

۸۔ آٹھواں فریب: عوام کے ذہنوں کو مزید پریشان کرنے کا ایک حربہ اور بھی ہے جسے تشدد گروپ استعمال کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ عندالقبر درود وسلام سنتے ہیں تو لاکھوں زائرین کے آواز سننے اور جواب دینے سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ حضور ﷺ کو راحت پہنچانے کے لئے مناسب یہ ہے کہ

عقیدۂ سماع کا انکار کر دیا جائے اور حضور ﷺ کو ایذاء و تکلیف نہ دی جائے۔

جواب: سید الانس والجن، جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات پر اللہ اور اس کے فرشتے اور جن وانس مسلمان صلوٰۃ وسلام بھیجتے اور پڑھتے ہیں۔ لاتعداد، اَن گنت اور بے شمار رحمتوں کا ورود جناب کے وجودِ مسعود پر ہوتا ہے اور ایک لحہ شب و روز میں تعطل نہیں آتا۔ قرینِ مصلحت یہی ہے کہ اس کا بھی انکار کر دیا جائے۔ آخر حضور ﷺ کے کسی حاسہ مبارک پر تو رحمتوں اور برکتوں کا وزن بھی پڑتا ہوگا۔ منصف مزاج انسان خود سوچیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حق درود وسلام پڑھنے سے ادا ہوتا ہے یا بند کر دینے سے؟ تکلیف اِن کو (مماتی گروپ) ہوتی ہے، نام حضور ﷺ کا لیتے ہیں۔ فریب پاشی کی حد ہوگئی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو اپنے دور کے امام الموحدین اور تاج المحدثین تھے فرماتے ہیں: "والمراتب فی ھذا الباب ثلثة (احدھا) انّ الدّعاء لغیر اللہ سواء کان من الانبیاء علیھم السلام وغیرھم فیقال یا سیّدی اغثنی وانا مستجیز بک واعوذ بک فھذا ھو الشرک باللہ" اس باب میں تین مرتبے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے سواء کسی زندہ یا مُردہ کو نبی ہو یا غیر نبی کو پکارے اور یہ کہے کہ اے میرے سردار میری فریاد رَسی کر دیا تیرے ساتھ میں پناہ حاصل کرتا ہوں، پس یہ شرک ہے۔ (مجموعہ رسائل ج۱ ص۲۶)

"تشدد گروپ" جو مطلق درود وسلام کے سماع کے عقیدہ کو شرک کہتے ہیں، اگر ان کو اُمت کو کافر و مشرک بنانے کا عارضہ لاحق ہو تو اور بات ہے، ورنہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو شرک کی صورت ہی اور ہے۔ مزارِ نبوی پر کھڑے ہو کر "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ میرا سلام سُن رہے ہیں، نہ یہ نداء غیر اللہ ہے اور نہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

"کافر ساز کمپنی" کی فریب کاری کا خلاصہ یہی ہے کہ اس کو نداء غیر اللہ بنا کر شرک کہا جائے اور اگر عوام مان لیں تو ان کو روضۂ رسول کی زیارت سے اور درود وسلام کی تلاوت سے منع کر دیا جائے۔

امام ہمام رحمہ اللہ کی دوسری عبارت: "الثانی ان یقال للمیّت او الغائب من الانبیاء والصّالحین ادع اللہ لی وادع لنا ربّک ونحو ذالک ممّا لا یستریب عالم انه غیر جائز وانه من البدع الّتی لم یفعلھا احد من سلف الامّة وائمّتھا وان کان السّلام علی اھل القبور جائز او مخاطبتھم جائزة کما کان ﷺ یعلم اصحابه إذا زاروا القبور ان یقول قائلھم السّلام علیکم اھل الدیار من المومنین وإنّا إن شاء اللہ بکم لاحقون" دوسری صورت یہ ہے کہ کسی میت کو یا کسی غائب کو انبیاء علیہم السلام میں سے ہو یا باقی صالحین اولیاء کرام سے یہ کہا جائے کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، وغیرہ ذالک...... اس میں کسی عالم دین کو شک نہیں کہ یہ ناجائز ہے اور بدعت ہے، سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ البتہ اہلِ قبور کو مخاطب ہو کر سلام کہنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو تعلیم فرماتے تھے کہ اہلِ قبور کو السلام علیکم کہا کرو۔ (مجموعہ رسائل ج۱ ص۲۲)

امام رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا دور سے ہو یا قریب سے، مگر عقیدہ یہ ہو کہ یہ ہر کسی کی سنتا ہے، ہر بات سنتا ہے، ہر جگہ سے سنتا ہے، اس کو علم غیب ہے، نفع نقصان پہنچا سکتا ہے، اس قسم کی پکار عبادت غیر اللہ ہے جو شرک ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کو پکارتے وقت بھی ایک مسلمان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اَقرب من حبل الورید، عالم الغیب، متصرف و قادر اور ہر جگہ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: الدعاء

ھو العبادۃ، الدعامخ العبادۃ، اصل عبادت اور عبادت کا مغز پکار رہی ہے، اب فرق واضح ہوگیا کہ ہر پکار شرک نہیں۔

روضۂ رسول اللہ ﷺ پر ایک مسلمان حاضری بھی صرف اس نیت سے دیتا ہے کہ آپ کی ضریح انور پر درود وسلام عرض کرے۔ ''یارسول اللہ'' کا خطاب تو اس لئے کرتا ہے کہ یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے منقول ہے۔ ورنہ درود وسلام کے سماع کے لئے خطاب کوئی ضروری نہیں ہے۔ آپ سے مخاطب ہو یا نہ، اللہ تعالیٰ حسبِ دستور آپ کو سنا ہی دیتے ہیں۔

خطاب ونداء میں فرق ہے، مگر بوالہوس لوگ چہرۂ توحید وسنت کو مسخ کر کے تکفیر المسلمین کا کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ اس ہوا پرستی کو کوئی ذی شعور انسان حکمِ شریعت کیوں مانے؟ ان شریفوں سے کوئی پوچھے کہ حضور ﷺ کی مزار پُرانوار پر صرف درود وسلام پڑھنا شرک ہے، تو یہ سنتِ صحابہ اور طریقۂ اسلاف ہے۔ اس کو شرک کہنا کھلی بے دینی اور صاف بے ایمانی ہے۔ اور اگر خطاب کرتے وقت یہ عقیدہ ہو کہ آپ میرا درود وسلام سنتے ہیں تو اس کے شرک ہونے کی کیا دلیل ہے؟

شرک تو یہ ہے کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے یا یہ کہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اس کے اختیار میں ہے، یا اس سے کوئی چیز مانگے اس کو صاحب اختیار جان کر! صرف یہ کہنا کہ آپ میرا درود وسلام سن رہے ہیں، کیوں شرک بن گیا؟ اور سماع کا قائل ابوجہل کے بُرج (کنبے) میں داخل ہوگیا؟ تشدد میں تعصب پروری کا اس انتہاء تک پہنچنا کوئی عقلمندی نہیں۔ کہاں وہ پکار ونداء جو عادتِ مشرکین ہے اور کہاں مخاطب بسلام ہونا جو سنتِ سلف صالحین ہے۔

تشدد گروپ نے منکرین حدیث اور نیچریوں کے لئے راستہ ہموار کردیا

اگر چودہ سو سال بعد اپنی گھریلو اور خانہ زاد تفسیر سے خدا پرستوں کو کافر ومشرک بنایا جاسکتا ہے تو منکرینِ حدیث اور نیچریوں کو بھی یہ سہولت میسر آگئی کہ اجمالِ قرآن کے ذریعہ محض اپنی عقل ورائے سے جو چاہیں کرسکیں۔ اوقاتِ صلوٰۃ یا تعدادِ رکعات کا انکار کریں تو ان کے لئے یہ جائز ہو، کیونکہ اُمتِ رسول کو کافر بنانے سے بے نماز بنانا زیادہ جرم نہیں ہے۔ تشدد گروپ کے لئے ''إنک لا تسمع الموتی'' کے اجمال کے ذریعہ قائلینِ سماع کو کافر بنانا اگر جائز ہے تو منکرینِ حدیث بھی ''اقیموا الصلوۃ'' کے اجمال سے تعدادِ رکعات کا انکار کرسکتے ہیں۔

بظاہر قرآنی آیات کے اجمال پر کاربند ہو کر اگر کوئی شخص متعہ اور وطیِ نساء فی الدبر کو حلال کردے یا دریا وسمندر کے تمام جانوروں کو حلال بتائے اور جب حدیثِ رسول اللہ کا حوالہ سنایا جائے تو ہاتھ میں قرآن اٹھا کر ''حسبنا کتاب اللہ'' کا نعرہ لگادے تو اس کا جواب کیا ہے؟ مفسرین کرام اور اَسلافِ اُمت کے اجماع وجمہور کا جب کوئی وزن نہ لیا جائے اور ہر شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کے مطالب کا علمبردار ہو تو کتاب اللہ کے مطلق، مجمل اور متشابہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر پوری اُمت کو ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مزارِ مصطفیٰ ﷺ کا مقام

حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو مسکنِ حبیب کبریا ﷺ ہے اس اللہ کی رحمتوں کے مرجع اور برکات وانوار کے منبع کا کیا کہنا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی آرام گاہ منتخب فرمایا ہو، گنبدِ خضراء کے مکین پر کروڑوں سلام ہوں۔

''ومنہا إذا شارف المدینۃ وتراءت لہ قبۃ الحجرۃ المنیفۃ فلیستحضر عظمتہا وتفضیلہا وانہا البقعۃ التی اختارہا اللہ لحبیبہ ﷺ حتی احبط عمل من انتہسل منہ حرمۃ'' آداب زیارت میں سے یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اور روضۂ اطہر پر نظر پڑے تو اس کی عظمت وفضیلت کو حاضر کرے کیونکہ وہ جگہ ایسی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ جو شخص اس مقام کی ہتک کرے گا اس کے عمل برباد ہو جائیں گے۔ (خلاصۃ الوفاء ۱۱۶)

''ولیتقوی قلبہ شرف المدینۃ وانہا حوت افضل البقاء بالاجماع'' زیارت کرنے والا اپنے دل میں مدینہ شریف کی عزت کو قوت دے کیونکہ مدینہ شریف میں اجماعِ اُمت سے ایک ایسی جگہ ہے جو روئے زمین سے افضل ہے۔

ارض مشی جبریل فی عرصاتہا والله شرف ارضہا وسماء ھا

''وہ ایسی زمین ہے جہاں جبریل علیہ السلام چلتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو عزت بخشی جہاں روضۂ رسول الثقلین ﷺ ہے۔''

''فإذا شاھدہ فلیستحضر انہ اتی مہبط جبریل علیہ السلام ابی الفتوح ومنزل ابی الغنائم میکائیل علیہ السلام وموضع الوحی والتنزیل فلیزدد خشوعاً وخضوعاً یلیق بالمقام'' زیارت کرنے والا جب روضۂ انور کو دیکھے، دل میں یہ خیال کرے یہاں جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اُترتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی اور قرآن مجید نازل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور مرقد عالی مصطفیٰ ﷺ کے مناسب شان احترام بجالائے۔

''عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ أنّ رسول اللہ ﷺ قال: ما بین قبری ومنبری روضۃ من رِیاض الجنۃ ومنبری علی حوضی'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری قبر شریف اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوضِ کوثر پر ہے۔ (مؤطا امام مالک رحمہ اللہ)

''عن عبداللہ ابن زید المأزنی أنّ رسول اللہ ﷺ قال: ''ما بین ومنبری روضۃ مّن رِیاض الجنۃ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔''

یعنی روضۂ رسول ﷺ عام قبرستان نہیں ہے اور نہ اس کا ماحول عام جگہوں کی طرح ہے، بلکہ وہ تو خلد بریں کا ایک ٹکڑا ہے۔

تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ آنجناب ﷺ کا گھر حجرۂ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی ہے، جہاں آپ کی قبر شریف اور روضۂ منیف ہے۔

''والکلام فی غیر ما ضم اعضائہ الشریفۃ ﷺ من ارضِ المدینۃ وإلّا فذاک افضل بقاء الارضِ بالاجماع'' مکہ وکعبہ کے افضل ہونے کی بات حضور ﷺ کے روضۂ مبارک کے علاوہ ہے۔ آپ ﷺ کی قبر مطہر کی جگہ سارے روئے زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ وکعبۂ معلّٰی سے بھی بالاتر ہے، اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

سابقہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین ﷺ کی قبر شریف اور روضۂ منیف نہ عام گورستان ہے اور نہ کبھی زمانۂ اسلاف میں اکیلی پڑی رہتی تھی کہ ماسوائے ایک آدھ صحابی کے کوئی وہاں

جاتا بھی نہ ہو (نعوذ باللہ) بلکہ اُمتِ محمدیہ کا دورِ صحابہؓ سے اس وقت تک مزارِ رسول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہونا ایک ایسا تواتر ہے جس کا انکار کسی خارجی، منکرِ حدیث ومنکرِ اسلام سے بھی ثابت نہیں۔ البتہ لکڑ ہٹہ گروپ کے انکشاف سے کچھ لوگ زیارتِ روضۂ نبی الثقلین ﷺ سے منحرف ہوجائیں تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ ماسوائے عبداللہ ابن عمرؓ کے کسی صحابی مرد یا عورت کا جانا ثابت ہی نہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے زیارتِ قبرِ رسول ﷺ کے نام سے باب لکھا ہے اور اس میں یہ حدیث لائے ہیں:

''ولِأبی داؤد بسند صحیح عن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً: ''مامن احدیسلّم علیَ إلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتی أردَّ علیہ السلام'' صدر بہ البیھقی باب الزیارۃ واعتمد علیہ جماعۃ منھم الامام احمد رحمہ اللہ لتضمنہ فضیلتہ وردّہ صلّی اللہ علیہ وسلم وھی عظمتہ'' امام ابوداؤد ایک مرفوع حدیث لائے ہیں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر (میری قبر کے قریب) سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' امام بیہقی نے زیارت قبر الرسول ﷺ کے باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ اُسلاف کی ایک جماعت نے جس میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں اس حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ یہ حدیث حضور ﷺ کے جوابِ سلام عندالقبر کی فضیلت پر شامل ہے۔ (یعنی آنحضور ﷺ عندالقبر سلام کرنے والوں کو جواب مرحمت فرماتے ہیں) (خلاصۃ الوفاء ص ۹۳)

''قال الامام الجلیل ابوعبدالرحمٰن عبداللہ المقبری احد اکابر شیوخ البخاری ھٰذا الحدیث فی الزیارۃ'' امام عبداللہ المقبری رحمہ اللہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں: یہ حدیث (مَا من احدٍ) آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق ہے۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۹۳)

زیارت کے لئے مؤذن رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حاضری

''إنّ بلالاً رأی النبی ﷺ وھو یقول لہٗ: ماھذہ الجفوۃ یابلال اما اٰن لک ان تزورنی فانتبہ حزیناً خائفاً فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فأتی قبر رسولِ اللہ ﷺ فجعل یبکی عندہٗ ویمرغ وجھہٗ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمھما ویقبلھما فقالا نشتھی نسمع أذانک الذی کنت تؤذن بہ لرسول اللہ ﷺ فی المسجد فعلا سطح المسجد ووقف موقفہ الذی کان یقف فیہ فلمّا ان قال اللہ اکبر، ارتجت المدینۃ فلما قال: اشھد ان لَّا إلٰہ إلّا اللہ، ازدادت رجتھا فلمّا قال اشھد انّ محمّداً رّسول اللہ خرجت العواتق من خدورھن وقالوا ابعث رسول اللہ ﷺ فماروی اکثر باکیاً ولا باکیۃً بالمدینۃ بعد رسول اللہ ﷺ من ذالک الیوم'' حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! تو سخت ہوگیا؟ میری زیارت کو نہیں آیا۔ حضرت بلالؓ غمگین اور خوفناک ہو کر جاگے۔ اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آئے۔ وہاں روتے بھی تھے اور مزارِ انور کو رُخسار بھی لگاتے تھے۔ حضرت امام حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) دونوں تشریف لائے اور حضرت بلالؓ ان کو بوسے بھی دیتے اور سینے سے لگاتے تھے۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ پہلے کی طرح آذان سنائیں۔ آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور ''اللہ اکبر'' کی صدا بلند کی تو مدینہ مبارک ہل گیا۔ جب ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہا تو مزید لرزہ آیا۔ پھر جب ''اشھد ان محمدرسول اللہ''

کہا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں۔ اور لوگ یہ کہہ رہے تھے: کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ شریف کی عورتیں اور مرد ایسے نہیں روئے تھے جو اس واقعہ پر روئے تھے۔ (ابن عساکر نقلا عن الخلاصہ ص ۹۸)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ قصہ زیارتِ روضۂ رسول ﷺ بیان فرماتے ہیں۔ مدینہ طیبہ جو مرکز صحابہؓ تھا یہ وہاں کا واقعہ ہے۔ خواب حجت نہ سہی مگر فعلِ صحابی تو حجت ہے۔

''قال الحافظ عبدالغنی وغیرہ ان بلالاً لم یؤذن لِاَحدٍ بعد النبی ﷺ إلاّ مرّۃ فی قدمۃ قدمھا للزیارۃ'' حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد کبھی اذان نہیں دی مگر اس وقت جب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ (خلاصہ الوفاء ص ۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کعبؓ احبار حضور ﷺ کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے

''إنّ عمر رضی اللہ عنہ قال لکعب الاحبار بعد فتح بیت المقدس ھل لک ان تسیر معی إلی المدینۃ وتزور قبر النبی ﷺ فقال نعم یاامیر المومنین'' بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو فرمایا: کیا آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چل کر زیارت قبر رسول ﷺ کریں گے؟ حضرت کعبؓ نے عرض کیا: اے امیر المومنین میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔ (فتوح الشام عن الوفاء ص ۹۹)

''ولما قدم عمر رضی اللہ عنہ المدینۃ اوّل ما بداء بالمسجد وسلّم علی رسولِ اللہ ﷺ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے جس وقت تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ پر سلام پڑھا۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۹۸)

عبداللہ ابن عمرؓ اور انس بن مالکؓ کی حاضری اور سلام پڑھنا

''إنّ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یقول: اَلسّلام علیک یا رسول اللہ، اَلسّلام علیک یا ابابکر، السّلام علیک یاابۃ، ثم ینصرف'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر السلام علیک یارسول اللہ کہتے تھے، اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مزار پر بھی سلام کہتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۵۸)

''عن انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم نقل عنھم السّلام علی النبی ﷺ'' حضرت انس بن مالک اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی قبر مبارک پر سلام کہتے تھے۔''

(الرسائل والمسائل لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص ۲۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضور ﷺ کی قبر پر سلام پڑھنے کا حکم فرمایا

''وذکر القاضی عیاض عن الحسن ابن علی رضی اللہ عنہ قال إذا دخلت فسلّم علی النبی ﷺ فانّ رسول اللہ ﷺ قال: لاتتخذوا بیتی عیدا'' قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ جب مسجد نبوی میں جاؤ تو نبی ﷺ پر سلام پڑھنا۔ کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔''

(قاعدہ جلیلہ لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حاضری اور سلام پڑھنا

''خرج عمر رضی اللہ عنہ إلی منبرِ رسولِ اللہ ﷺ فإذا معاذ بن جبل قائم یبکی عند قبر رسولِ اللہ ﷺ قال ما یبکیک یا معاذ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کی طرف نکلے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے معاذ کیوں رو رہے ہو؟

(مسند بزار عن الوفاء ص ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری اور سلام پڑھنا

''عن عبداللہ بن جعفر أنّ علیّ ابن ابی طالب دخل المسجد فبکی حیث نظر إلی بیت فاطمة فأطال البکاء ثم انصرف إلی قبر النبی ﷺ فبکی و اطال البکاء عندہٗ ثم قال و علیکم السّلام یا اخوئی و رحمة اللہ قد کنتما هادیَین مهدیَین خرجتما من الدّنیا خمیصین یعنی ابابکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ خرجتما ۔۔۔ الخ''

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کو دیکھ کر بہت روئے، پھر حضور ﷺ کی مزار اطہر پر اس سے بھی زیادہ روئے اور ساتھ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں پر بھی سلام کہا اور فرمایا: تم دونوں ہادی مہدی تھے، اللہ تم پر رحمت فرمائے دنیا میں تم نے پیٹ بھر کر کبھی روٹی نہیں کھائی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق نے مزارِ اقدس پر سلام پڑھا

''قال الدراوردی، رأیت جعفر ابن محمّد ای الصّادق بن الباقر جآء فسلّم علی رسول اللہ ﷺ ثم اثنی فسلّم علی أبی بکر و عمر فرانی کأنّی تعجبت او قال فسر نی ای لا کذابہ بذلک ما تزعمہ الشیعة من بغضہ للشیخین قال فقال لی: واللہ إنّ هذا الذی ادین اللہ بہ و انہ ما یسرنی ان اقول لمعاویة لمعاویة خزاہ اللہ او فعل اللہ بہ و ان لی الدنیا'' دراوردی کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ پر سلام کہا پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہا، پھر میری طرف دیکھا، میں تعجب کر رہا تھا کہ امام صاحب اپنے فعل سے شیعہ فرقہ کی تکذیب فرما رہے ہیں (شیعہ کہتے ہیں امام جعفر صادق کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بغض ہے) حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو اس کے بدلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا نہیں دوں گا۔''

(کتاب السنۃ للصروی عن الخلاصۃ ص ۱۰۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان

''روی الحسن بن زیاد عن أبی حنیفة انہ قال: اَلأَحسن للحاج ان یبدأ بمکّة فإذا قضی نسکہٗ مرّ بالمدینة و إن بدأ بها جاز فیأتی قریبا من قبر رسولِ اللہ ﷺ فیقوم بین القبر و القبلة'' حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے اچھا یہی ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ میں جائے، جب احکام پورے کر لے تو مدینہ طیبہ چلا جائے اور اگر پہلے مدینہ منورہ چلا گیا جب بھی جائز ہے۔ حضور ﷺ کی قبر مبارک کے قریب آئے اور سلام پڑھے قبر شریف اور قبلہ مقدس کے درمیان کھڑا ہونا چاہئے۔''

(فتاویٰ ابی اللیث السمرقندی عن الخلاصۃ ۱۰۱)

''وقالت الحنفية زيارة قبر رسول الله ﷺ من أفضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الراجبات'' مسلک حنفی کے فقہاء کرام فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت افضل مستحب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔

''مذهب الحنفية ان يقف لِلسَّلام عند الرأس المقدس بحيث يكون على يساره ويبعد عن الجدار قدر اربعة اذرع'' حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مزار پر سلام پڑھنے والا بایاں جانب آنحضرت ﷺ کے سر مقدس کے قریب ہو، دیوار سے چار گز دور کھڑا ہونا چاہئے۔ (المنسک الکبیر لابن جماعۃ عن خلاصۃ ص ۱۱۳)

''عن ابی حنيفة جآء ايوب السختياني فدنا عن قبر النبي ﷺ فاستدبر القبلة واقبل بوجهه إلى القبر وبكى بكاء غير متباك'' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے: ایوب سختیانی حضور ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہوئے، قبلہ مقدس کی طرف پشت کی اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے بے تکلف رونے لگے۔ (مسند ابی حنیفہ عن الوفاء ص ۱۱۲)

''وقال المجد اللغوی روینا عن عبدالله ابن المبارک قال: سمعت اباحنيفة يقول قدم ايوب السختياني وانا بالمدينة فقلت لانظرن ما يصنع فجعل ظهره ممّا يلي القبلة ووجهه ممّا يلي وجه رسول الله ﷺ وبكى غير متباك فقام مقام رجل فقيه'' عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ تشریف لائے اور میں مدینہ شریف میں موجود تھا۔ مجھے خیال آیا میں دیکھوں کہ حضرت ایوب حضور ﷺ کی مزار انور پر کیا کرتے ہیں، انہوں نے اپنی پشت کعبہ کی طرف اور منہ آنحضرت ﷺ کے منہ مبارک کی طرف کر لیا اور بے تکلف خوب روئے اور فقیہ انسان کی طرح کھڑے ہو کر سلام پڑھا۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰی ص ۱۱۲)

''إنّ حمّاد ابن زيد حدث أباحنيفة بالحديث في ذلك عن شيخه ايوب السختياني فقال له ابوحنيفة فحدثك ايوب بهذا ويبكى ثم قال ما ذكرت ايوب السختياني إلا بكيت فقد رأيته يلوذ بقبر رسولِ الله ﷺ شيئًا ما رأيته من احدٍ'' (کتاب السنن لابی ذر الہروی عن الخلاصۃ ص ۱۱۲)

''حماد ابن زید نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سلام بر مزار رسول ﷺ کے بارے میں ان کے شیخ حضرت ایوب السختیانی رحمہ اللہ سے روایت کی تو آپ نے پوچھا: کیا یہ حدیث آپ کو حضرت ایوب نے سنائی اور امام صاحب روئے بھی؟ پھر فرمایا: ایوب سختیانیؒ کا نام جب بھی لیتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے۔ اس لئے کہ مزار رسول ﷺ پر میں نے ان کو ایسے روتے دیکھا کہ کسی دوسرے کو ایسا نہیں دیکھا۔''

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان

''عن الحافظ ابی موسی الاصفهانی رحمه الله انه روى عن مالك قال اذا اراد الرّجل ان يأتي قبر النبي ﷺ فيستدبر القبلة ويستقبل النبي ﷺ ويصلّي عليه ويدعوا له'' حافظ ابوموسیٰ اصفہانی حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص حضور ﷺ کی قبر مبارک پر جائے تو قبلہ کی طرف پشت کرے اور اپنا منہ نبی ﷺ کی طرف کر کے سلام پڑھے اور آپ کے لئے دعا کرے۔

(رؤس المسائل للامام النووی عن الوفاء ص ۱۱۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا حکم

"وعن اصحاب الشافعی وغیرہ یقف وظھرہ إلی القبلۃ ووجھہ إلی الحضرت ﷺ وھو قول احمد ابن حنبل" اصحاب امام شافعی رحمہ اللہ اور دوسروں سے بھی یہی روایت ہے کہ جب آدمی سلام برمزار رسول اللہ ﷺ پڑھے تو اس کی پشت قبلہ کی طرف ہو اور منہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۱۱۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے مذکورہ مسالک کی تصدیق

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال عن السنۃ ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلۃ وتجعل ظھرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت طریقہ یہ ہے کہ بوقت زیارت وسلام تمہاری پشت قبلہ کو اور منہ قبر شریف کی طرف ہو۔ پھر السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو۔ (مسند ابی حنیفہ ص ۱۱۳)

ہارون الرشید خلیفہ عباسی کی حاضری

"قال مصعب الزبیری وابن نافع دخل ھارون (یعنی الرشید) المسجد فرکع ثم اتی قبر النبی ﷺ فسلّم ثم اتی مجلس مالک ۱۲" مصعب زبیری اور ابن نافع فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے، پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف تشریف لے گئے، درود وسلام پڑھنے کے بعد امام مالک رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھ گئے۔" (الاعتصام ج ۲ ص ۵۶)

ہر مسلمان کے لئے صحابہ کرام اور ائمۃ المسلمین پر اعتماد ضروری ہے

"قال اسحاق ابن ابراھیم الفقیہ ومما لم یزل من شان من حجّ المرور بالمدینۃ والقصد إلی الصلاۃ فی مسجد رسولِ اللہ ﷺ والتبرک برؤیتہ روضتہ ومنبرہ وقبرہ ومجلسہ وملامس یدہ ومواطئ قدمہ والعمود الذی یستند إلیہ وینزل جبریل بالوحی فیہ علیہ ومن عمدہ وقصدہ من الصحابۃ وائمۃ المسلمین والاعتبار بذلک کلّہ" اسحق فقیہ فرماتے ہیں: ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ جو شخص حج بیت اللہ کرتا تھا وہ مدینہ طیبہ بھی جاتا تھا اس لئے کہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھے گا، روضۂ پاک، منبر رسول ﷺ اور قبر مبارک کی زیارت کرے گا، جہاں آپ ﷺ بیٹھتے، ہاتھ لگاتے اور چلتے تھے وہ جگہ دیکھے گا، جس لکڑی سے آپ تکیہ لگاتے اور جس مقام پر وحی نازل ہوتی (وہ بھی دیکھے گا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۃ المسلمین نے جو کچھ کیا معتبر وہی ہے۔ (الشفاء عن الوفاء ص ۱۰۱)

"فلا ینبغی لأحدٍ ان یخرج عمّا مضت بہ السنّۃ وجاءت بہ الشریعۃ ودلّ علیہ الکتاب والسنّۃ وکان علیہ سلف الأمّۃ وما علمہ قال بہ وما لم یعلمہ أمسک عنہ" مسلمان آدمی کو یہ لائق نہیں کہ اس طریقے سے نکل جائے جو سنت وشریعت سے ثابت ہے۔ کتاب وسنت اس پر دلالت کرتی ہے اور اسلاف اُمت اس پر چلتے تھے۔ جو جانتا ہے کہہ دے ورنہ خاموش رہے۔" (الرسائل والمسائل لابن تیمیہ رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۶)

امام زین العابدین رحمہ اللہ نے کیوں روکا اور کس کو روکا؟

تشدد گروپ نے سلام بر روضۂ رسول الثقلین ﷺ بند کرنے کے لئے حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے قول کا جھوٹا سہارا لیا۔ مطلب کو مسخ کر کے بیان کیا اور علمی خیانت کی۔ اصل یہ ہے کہ حضرت امام نے اس شخص کو بدعت سے، روکا تھا، نہ کہ سلام پڑھنے سے!

"فی روایۃ للقاضی اسماعیل ان رجلاً کان یأتی کل غداۃ فیزور قبر النبی ﷺ ویصلّی إلیہ ویضع من ذالک فانتھرہ علیہ علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ فقال لہٗ ما یحملک علی ھٰذا؟ فقال احسب التسلیم علی النبی ﷺ فقال لہٗ علی اخبرنی ابی" قاضی اسماعیل سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر روز حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آتا، زیارت کرنے کے بعد قبر مبارک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ اس لئے حضرت امام نے اس کو ڈانٹا اور پوچھا کہ تُو ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں سلام پڑھنا چاہتا ہوں تو امام صاحب نے اس کو حضور ﷺ کی حدیث سنائی۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۱۰۴)

"فتبین ان ذٰلک الرجل زاد فی الحد" پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ شخص حد سے بڑھ گیا تھا (یعنی قبر مبارک کی طرف سجدہ کرتا تھا) (الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۱۰۴)

امام زین العابدین رحمہ اللہ خود حضور ﷺ کی قبر مبارک پر سلام پڑھتے تھے

"قد روی یحیی ابن الحسن أنّ علیّ ابن الحسین رضی اللہ عنہ کان إذا جاء یسلّم علی النّبی ﷺ و قف عند الأسطوانۃ الّتی تلی الروضۃ الشریفۃ، ثم یسلّم، ثم یقول ھٰھنا رأس رسول اللہ ﷺ" یحییٰ ابن الحسن سے روایت ہے کہ امام زین العابدین رحمہ اللہ جب قبر مبارک پر سلام پڑھنے آتے تو روضہ پاک کے قریب جو کھمبا "اسطوانہ" ہے اس کے قریب کھڑے ہو کر سلام پڑھتے اور فرماتے: اس جگہ پر آنحضرت ﷺ کا سر مبارک ہے۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۱۰۴)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی زیارۃِ قبر رسول ﷺ کے لئے حاضر ہوئے اور سلام پڑھا: "وبعد ادائہ الفریضۃ امّ المدینۃ المنورۃ وقصد المسجد النبوی وزار امام المرسلین ﷺ وصحابتہ الابرار المخلصین" (الشیخ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۵)

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے آداب

"ومنھا ان یجتنب لمس جدار القبر وتقبیلہ والطواف بہ، قال النووی: لا یجوز ان یطاف بہٖ ویکرہ الصاق البطن والظھر بہٖ قال الحلیمی وغیرہ قال ویکرہ مسّہ بالید وتقبیلہ بل الادب ان یبعد منہ کما یبعد من لو حضر فی حیاتہ ھٰذا ھو الصواب وھو الذی قالہ العلماء واطبقوا علیہ ومن خطر ببالہ ان المسح بالید ونحوہ ابلغ فی البرکۃ فھو من جھالتہ وغفلتہ لِأنّ البرکۃ إنّما ھو فیما وافق الشرع واقوال العلماء،

انتھی۔ وفی الاحیاء مس المشاھد وتقبیلھا عادت النصاری والیھود، انتھی۔ وعن الزعفرانی ان ذالک من البدع التی تنکر شرعاً، وعن انس ابن مالک انہ رأی رجلاً وضع یدہ علی قبر النبی ﷺ فنھاہ وقال ما کنا نعرف ھذا علی عھد رسول اللہ ﷺ ”آدابِ زیارت یہ ہے کہ زیارت کرنے والا قبر مبارک کی دیوار کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں قبر شریف کا طواف نہ کیا جائے، پیٹھ اور پیٹ نہ لگایا جائے۔ حلیمی وغیرہ نے کہا ہے مزار مبارک کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا مکروہ ہے۔ ادب اس میں ہے کہ قبر شریف سے اس طرح دور رہے جس طرح آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے ادباً دور بیٹھتا تھا۔ اس پر علماء کا فیصلہ ہے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قبر شریف کو ہاتھ لگانے میں زیادہ برکت ہے وہ اس کی غفلت و جہالت کا نتیجہ ہے۔ برکت تو شریعت اور علماء حق کی موافقت میں ہے۔ احیاء میں ہے: زیارت گاہوں کو چومنا چاٹنا عادت نصاریٰ ہے۔ زعفرانی سے منقول ہے کہ یہ فعل بدعت ہے، شریعت میں برائی ہے اور حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، آپ نے ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو اس کو منع کیا اور فرمایا: رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کسی کو ہم ایسا کرتے نہیں دیکھتے تھے۔ (یعنی صحابہ کرام ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے) (خلاصۃ الوفاء ص ۱۲۴)

حضرت بلال ﷜ نے جو کچھ کیا وہ حسرتِ فراق، غلبۂ محبت اور فرطِ استغراق میں کیا۔ واجب الاتباع وہ طریقہ ہے جو عشاقِ رسول، عمائدِ اسلام، خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کرام کا ہے۔ دل میں ان کے بے حد محبت ہوتی تھی لیکن ان کی زبان سے یا اعضاء بدن سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہوتی تھی جو شانِ توحید کے خلاف ہو یا مخالفینِ توحیدِ رب العالمین کے مشابہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے محبوب کی صحبت و رفاقت اور آپ کی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس قدوسی جماعت پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں جن کو اللہ و مصطفیٰ کا اعتماد حاصل تھا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ!

ازالۂ شبہ

”وضع بلال ﷜ خدیہ من القبر الشریف للاستغراق فی المحبۃ والناس مختلف مراتبھم“ بے شک حضرت بلال ﷜ نے اپنا رُخسار مبارک قبر شریف پر رکھا تھا لیکن وہ استغراق کی حالت میں تھے، آج لوگوں کی حالت مختلف ہے۔ (لہٰذا وہ ایسا نہ کریں) (عن الوفاء ص ۱۲۷)

القصہ! مزار رسول ﷺ و مسجد نبوی ﷺ مرجع خلائق ہیں۔ ملائکۃ اللہ اور انس و جن وہاں زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں۔

”قال التوربشتی إنما سمی تلک البقعۃ المبارکۃ روضۃ لأن زوار قبرہ وعمار مسجدہ من الملائکۃ والجن والانس لم یزالوا مکبین فیھا علی ذکر اللہ سبحانہ وعبادتہ إذا صدر عنھا فریق ورد علیھا آخرون“ توربشتی ﷫ فرماتے ہیں اس جگہ کو روضہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لئے کہ حضور ﷺ کی مزار شریف کی زیارت اور مسجد کو آباد کرنے والے فرشتے، جن اور انسان ہمیشہ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں لگے رہتے ہیں، ایک فریق جب چلا جاتا ہے تو دوسرا فریق حاضر ہو جاتا ہے۔“ (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۹۱)

ستر ہزار ملائکہ کا عظیم اجتماع حضور ﷺ کی قبر مبارک پر ہر وقت سلام پڑھتا ہے

''قال اسماعیل القاضی حدثنا معاذ ابن جبل حدثنا عبداللہ ابن المبارک اخبرنا ابن لھیعۃ حدثنی خالد بن یزید عن سعید ابن ابی ھلال عن ابن وھب اَنَ کعبا دخل علی عائشۃ رضی اللہ عنہا فذکروا رسول اللہ ﷺ فقال کعب ما من فجر یطلع الا نزل سبعون الفا من الملائکۃ حتی یخفون بالقبر یضربون باجنحتھم یصلون علی النبی ﷺ سبعون الفا باللیل و سبعون الفا بالنھار'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ کا ذکر خیر آیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح وشام آپ کی مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور قبر شریف کو ہر طرف سے گھیرا ڈال کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ اس کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اثر حسن لکھا ہے۔ واللہ اعلم! (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۷)

محبوب کبریا ﷺ وتمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت کرامت ہے، یہودیت نہیں

''کافرساز'' ادارے کا ترجمان اپنی کتاب میں لکھتا ہے، ملاحظہ ہو: ''بعد از موت سماع ورؤیت انبیاء دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔'' (ملاحظہ رسالہ اربعین احادیث ص ۲۸، از گکڑ ہٹہ)

سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس رسالہ کو مخلصانہ سعی اور عوام وخواص کے لئے باعث ہدایت فرمایا ہے۔ اس کمپنی کی جو کتاب بھی معرض وجود اور صفحۂ ہستی میں آتی ہے، وہ شاہ صاحب کی رہین تصدیق ہو کر ظاہر ہو رہی ہے۔ ''اشاعت التوحید'' کا دوسرا کوئی بزرگ نہیں ملے گا جس کی قلم نے اُمت رسول کو ذبح کرنے والوں کو یہ سہارا دیا ہو۔ سرزمین پاکستان میں دیوبندیت کی مٹی پلید کرنے کا جو منصوبہ تیار ہوا ہے اس کا خمیازہ آئندہ نسلیں بھگتیں گی۔ جب ان کو یہ سنایا جائے گا کہ تمہارے دیوبندی زیارت روضۂ رسول ﷺ سے منع کرتے ہیں۔ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کو اور زیارت رسول ﷺ کو یہودیت لکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ! دیکھو یہ کتاب ہے جس پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تصدیق ہے۔

ابناء توحید وابناء دیوبند کے لئے یہ وقت ایک مصیبت ہوگا، ایسی تحریروں اور تصدیقوں سے اتفاق کریں گے تو جمہور اُمت کافر بنے گی اور اگر انکار کریں گے تو گلوخلاصی مشکل ہو جائے گی۔ بعد از وفات انبیاء علیہم السلام کا دیکھنا دو طرح پر ہے، خواب میں زیارت ہو یا بیداری میں۔

خواب میں زیارت کا ہونا

جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کو خواب میں دیکھنا شریعت کی کسی نص کے خلاف نہیں۔ کیونکہ خواب میں سید دوعالم ﷺ یا دیگر اشیاء عالم کو دیکھنا آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ کے صریح مطابق ہے۔

''لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (الفتح:۲۷)'' جس میں حضور ﷺ کا خواب دیکھنا مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ بعد از نماز فجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ آپ ﷺ خود خواب دیکھا کرتے اور اس کی تعبیر بھی بیان فرماتے۔ اس طرح خواب کی کئی قسمیں بیان فرمائیں۔ آپ کی وفات

حسرت آیات کے بعد صحابہ کرام ؓ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے دیکھا، محدثین نے دیکھا۔ غرضیکہ اُمت میں لاکھوں ایسے خوش نصیب ہیں جن کو اکثر و بیشتر آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی تھی (اور اب بھی ہوتی ہے)

محدثین کرام نے آپ کی زیارت پر بشارت پر بڑی لمبی بحثیں رقم فرمائی ہیں۔ سیّد دو عالم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''من رآنی فقد رأنی فإنّ الشیطان لا یتمثل بی۔۔۔(الحدیث)'' جس شخص نے خواب میں میری زیارت کی اس نے صحیح دیکھا، شیطان کو یہ بساط میسر نہیں کہ میرا مثیل وشبیہ بن سکے۔

القصہ سردار دو جہان ﷺ کی زیارت ہونا اور آپ کو خواب میں دیکھنا جمہور اُمت کے نزدیک حقیقت متواترہ و مسلمہ ہے۔ ''ککڑ ہٹہ گروپ'' اگر خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہونے کی نفی کرتے ہیں تو اس کی بے ہودگی و بے دینی مسلّم ہونے کے علاوہ یہ سوال بھی زبان زدِ خلق ہوگا کہ دیوبندیؔ عالم کائنات کی کل چیز حتیٰ کہ بیل گھوڑے کا خواب تو دیکھ سکتے ہیں، مگر جد الحسنین، امام الحرمین، نبی القبلتین، مہبط جبریل اور محبوب رب جلیل ﷺ کو خواب میں دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتے۔

ہمارے اکابر کو اگر اس قسم کے اصاغر و افاضل میسر آ گئے تو مسلک حق کو بے شک چار چاند لگا دیں گے؟

بیداری کی حالت میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنا

بعد از وفات بیداری کی شکل میں انبیاء علیہم السلام کا نظر آنا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں جمع تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی زیارت فرمائی اور نماز بھی پڑھائی، حالانکہ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب انبیاء دنیا سے رخصت و رحلت فرما گئے تھے۔ آسمانوں پر حضرت آدم، عیسیٰ، یحییٰ وادریس، ہارون وموسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے خصوصی ملاقات ہوئی۔

حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو بعد وفات آنجناب کے قبر سے باہر بجسدہ العنصری دیکھنا اس لئے ممنوع ہے کہ ایک تو بعث بعد الموت قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ دوسرے اگر زیارت اس طرح ہو تو زیارت کرنے والا صحابی ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ پاک دور گزر چکا ہے۔ مگر آپ کا جسد مثالی کا نظر آنا یا آپ کی ذات بابرکات کا کسی انسان پر منکشف ہونا نہ شرعاً محال ہے اور نہ عقلاً بعید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (رأیت موسٰی یصلی فی قبرہ) اور آپ کو تلبیہ کہتے بھی دیکھا (رأیت موسٰی یلبی) اس طرح وادی ازرق میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہے ہیں۔ بعض وقت آنحضرت ﷺ پر قبر کا عذاب منکشف ہوتا تھا۔ نماز کسوف میں دوزخ و بہشت آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ الغرض باب انکشاف اتنا طویل وعریض ہے کہ اس کا انکار بدیہی سے کم نہیں۔ اس کی مثالوں کو جمع کیا جائے تو مستقل ایک کتاب بن جائے گی۔

گو عہد صحابہ میں آنحضرت ﷺ کا بیداری کی حالت میں نظر آنا ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی یا صحابیہ سے یہ بات منقول ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو جیتے جاگتے دیکھا ہو۔

مگر عہد صحابہ سے بعد کے لوگوں نے آپ کی زیارت بحالت بیداری بیان کی اور وہ ایسے بزرگ ہیں کہ ان کا اجتماع علی الکذب مشکل ہے۔ ان اساطین ملت کو یہودی کہنا بہت بڑی جرأت کا کام ہے۔ جب باقی

انبیاء علیہم کا بعد وفات نظر آنا، ملاقی ہونا احادیث صریحہ سے ثابت ہے تو حضور ﷺ کا بعد وفات دیکھا جانا کیوں ممنوع وحرام قرار دیا گیا؟

احتیاط مطلوب تھا تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ بعد از وفات حضور ﷺ یا دیگر انبیاء علیہم اجساد عنصریہ کے ساتھ قبروں سے باہر قیامت سے پہلے اس دنیا میں کسی کو نہیں مل سکتے۔ مطلق رؤیت کو ایجاد یہود کہنا تکفیر اُمت کے شوق کا اظہار نہیں تو کیا ہے؟ کیا جن لوگوں سے شب معراج ملاقات ہوئی وہ انبیاء نہیں تھے؟ یا نبی کریم ﷺ کو نیند تھی؟ سیدھی بات ہے کہ وہ اجساد جو قبروں میں محفوظ و مصئون ہیں۔ قیامت سے پہلے دنیا میں لوگوں کے سامنے چلنے پھرنے کے مجاز نہیں۔ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء۔ مگر ان کے اجسام مثالیہ کا نظر آنا یا ان کی مزارات مقدسہ سے حالات کا انکشاف ہونا۔ جیسے شب معراج مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں نماز پڑھتے دیکھا گیا یہ سب کچھ کیوں یہودیت بن گیا؟ یہودیت سے اتنی محبت کیوں ہوگئی کہ ہر شخص یہودی اور ہر کام یہودیت نظر آتا ہے؟ شب معراج جو حضور ﷺ نے انبیاء کرام علیہم کو دیکھا، کیا یہ رویت بعد وفات نہیں؟ اور جو کچھ انہوں نے کہا سنا کیا وہ بعد وفات نہ تھا؟ اگر انبیاء علیہم کی مثالی صورتوں کا نظر آنا، انبیاء کی رؤیت نہیں تو پھر انبیاء کی امامت وملاقات کس طرح ہوئی؟ اگر یہ انبیاء نہیں تھے تو حضور ﷺ امام الانبیاء کیسے بن گئے؟ انبیاء علیہم کے لئے کون سا ''سماع'' ماننا یہودیت ہے اور کس طرح رؤیت وزیارت ثابت کرنا شرک ہے؟

صاحب روح المعانی کی تحقیق

''والحاصل انه لم يبلغنا ظهوره عليه الصلوة والسلام لأحدٍ من اصحابه واهل بيته وهم بهم''
حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے لئے ظاہر ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)

''وبالجملة عدم ظهوره لأولٰئك الكرام وظهوره لمن بعدهم مما يحتاج إلى توجيه يقنع به ذو الافهام ولا يحسن مني ان اقول كل ما يحكى عن الصوفية من ذٰلك كذب لا اصل له لكثرة حاكيه وجلالة مدعيه وكذا لا يحسن مني ان اقول انهم انما راؤ النبي ﷺ مناما فظنوا ذٰلك لخفة النوم وقلته يقظة فقالوا رأيناه يقظة لما فيه من البعد ولعل في كلامهم ما ياباه وغاية ما اقول ان تلك الرؤية من خوارق العادة كسائر الكرامات لِلأولياء ومعجزات الانبياء علیہم وكانت الخوارق في الصدر الاول لقرب العهد بشمس الرسالة قليلة جدًا واني يرى النجم تحت الشعاع او يظهر كوكب وقد انتشر ضوء الشمس في البقاع فيمكن ان يكون قد وقع ذٰلك لبعضهم على سبيل الندرة ولم تقتض المصلحة افشائه'' قصہ مختصر: حضور ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ظاہر نہ ہونا اور بعد کے لوگوں کے لئے ظاہر ہونا ایک توجیہ کا محتاج ہے جس کو عقل مند مان لیں گے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ بزرگوں سے نقل ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی زیارت کا ذکر کرنے والے بہت ہیں اور جلیل القدر لوگ ہیں اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت ﷺ کو نیند میں دیکھا۔ مگر اس کو بیداری تصور کر لیا کیونکہ یہ مطلب لینا ان کی کلام کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیداری کا دیکھنا ان کی کرامت ہے۔ جیسا کہ اولیاء کی کرامات اور انبیاء علیہم کے معجزات ہوتے ہیں۔ یہ کرامات صحابہ کے

دور میں تھوڑی تھیں اس لئے کہ شمسِ رسالت کی روشنی کے نیچے ستاروں کی شعاع نہیں چلتی تھی۔ سورج جب نکلا ہوا ہو تو ستارے غائب ہوتے ہیں اور ممکن ہے کسی صحابی نے حضور ﷺ کو بیداری میں دیکھا ہو مگر مصلحت اسی میں ہو کہ اس کی ظاہر نہ کیا جائے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۷)

خاتم المحققین علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جو مفتی عراق و بغداد اور اونچے پایہ کے مفسر ہیں۔ بالآخر یہی فیصلہ دے رہے ہیں کہ سید ولدِ آدم ﷺ کی زیارت اگر کسی آدمی کو بحالتِ بیداری ہوگئی ہو تو یہ از قبیل کرامات ہے۔ کیونکہ بہت سے زائر ایسے جلیل القدر اولیاء اُمت ہیں جن کی باتوں کو جھوٹ کہنا صحیح نہیں۔

مگر یہ مصنف ہیں جو ساری اُمت کو یہودیت کی طرف دھکیل رہے ہیں اور بلا کسی حیاء و حجاب کے اولیاء اللہ لوگوں کو یہودی بنا رہے ہیں۔ ان کی تحقیق میں علامہ آلوسیؒ بغدادی بھی یہودی ہی ٹھہرے۔ (العیاذ باللہ) کیونکہ وہ بھی بعد وفات حضور ﷺ کی رؤیت و زیارت تسلیم کر رہے ہیں۔

سید الطائفہ امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کا فرمان

"قال رسول اللہ ﷺ ما من احدٍ یسلّم علیَّ إلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیه السلام وقد شاھدت ذٰلک مالا احصٰی فی مجاورتی المدینة سنة الف و مأة و اربع و اربعین" آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالٰی میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ ۱۱۴۴ھ میں جب میں مدینہ منورہ میں تھا تو بے شمار مرتبہ میں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۴)

شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں: "میں جب بھی مواجہہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا، روح پُر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین (صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں) کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح ان لوگوں کی طرف خصوصی توجہ ہوتی ہے جو آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روح پُر فتوح کی موج نے تمام متصل مکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ یہ رؤیت کشفی ہے جو کسی صحابی سے منقول نہیں۔ اب امام ولی اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی جو آپ کی کلام کے ناقل اور مترجم ہیں، ہر دونوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

کیا خاکم بدہن ان حضرات میں بھی یہودیت گھس آئی تھی؟ ؎
شرم تم کو مگر نہیں آتی!

تمہید مسئلہ: بدن انسانی کی ترکیب

اصل مسئلہ سامع کو ذہن نشین کرانے کے لئے حسب ترتیب چند فائدے مرقوم کئے ہیں تاکہ مقصد کے واضح ہونے میں سہولت ہو۔ مشہور اور قرینِ علم یہی ہے کہ انسان کی ترکیب دو چیزوں سے ہے "روح" اور "جسد

عنصری'' جس کی ترکیب چار مرکبات سے ہے۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا۔

''اخرج عبدالرزاق وعبد ابن حمید وابن المنذر والحاکم وصحّحه والبیهقی فی الاسماء والصفات عن طاءوس قال جاء رجل إلی عبداللہ بن عمرو ابن العاص فسئله مم خلق الخلق قال من الماء والنور والظلمة والریح والتراب'' (روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۳۲)

''عبدالرزاق وغیرہ محدثین حضرات نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ایک جوان نے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی۔ انہوں نے فرمایا پانی، نور، ظلمت ہوا اور مٹی سے۔''

حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے پیٹ میں جب وجود عنصری کی تخلیق پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر روح نفخ فرماتے ہیں: ''ثم انشأنه خلقًا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین (المومنون:۱۴)'' آیت پاک کا اشارہ اس طرف ہے کہ تخلیق جسمی پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس میں روح ڈال کر زندہ فرما دیتے ہیں۔

روح کی حقیقت

روح کے متعلق ایک جامع ارشاد قرآن مجید میں مذکور ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روح کی حقیقت اور کنہہ بالتفصیل مخلوق میں سے کسی کو معلوم نہیں۔

''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۵)''

روح کے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں، ان کو کہو''روح'' میرے خدا کا امر ہے اور تمہارے معلومات بہت تھوڑے ہیں۔

انسانی معلومات کا جہاں تک تعلق اور علم قلیل کا منتہیٰ عروج ہے یہ ہے کہ روح ایک وجودی چیز ہے۔ مستقل وجود مخلوق اور حادث ہے۔ انسانی کمالات وحالات علوم وفنون سلسلہ موت وحیات، نیکی اور بدی اور علم وجہل کا تعلق سب اسی سے ہے۔ حتیٰ کہ انسانیت اور آدمیت سے موصوف، نام اور کام سے مشہور بھی ''روح'' ہی ہے۔ عالم وجود وعناصر میں انسانی ہیکل سے جو کچھ صادر ہو رہا ہے یہ سب کے سب ''روح'' کے کرشمے ہیں۔ یہ نظر آنے والا ''عنصری وجود'' عالم لاہوت وناسوت میں ''روح'' کا لبادہ ہے۔

حدیث پاک ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے نکال کر صف بہ صف سامنے کھڑا کیا اور اپنی ربوبیت کا اقرار اور وعدہ لیا ان میں انبیاء بھی تھے، علماء بھی، کافر ومومن، نیک اور بد سب موجود تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ایک شخص کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابنک داؤد'' یہ تیرا بیٹا ہے، داؤد اس کا نام ہے۔'' یہ تسلیم کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا وجود عنصری قطعاً وہاں موجود نہیں تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے جس کی شکل پسندیدہ دیکھ کر سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے، داؤد اس کا نام ہے، وہ روح داؤد علیہ السلام تھا۔

''وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ

بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳) ''اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بولے ہاں تو ہمارا رب ہے، ہم اقرار کرتے ہیں، یہ اس لئے کیا کبھی تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس چیز سے غافل تھے یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے نکالا ہم تو ان کے تابع تھے۔ کیا تو ہمیں ان گمراہوں کے کام پر ہلاک کرتا ہے؟

''وهل الانفعال والتاثر وحدوث ما يحدث عنها من الافعال العجيبة والأثار الغريبة إلّا من الارواح والاجسام ألتها بمنزلة الصانع فالصنعة في الحقيقة له والألات وسائط في وصول اثره إلى الصنع'' اور وجود عنصری کا اثر قبول کرنا اور افعال عجیبہ وآثار غریبہ کا ظاہر ہونا یہ سب کچھ روح سے ہے۔ جسم روح کے لئے ہتھیار ہے جس طرح ایک کاریگر کا آلہ اس کے کام میں ایک وسیلے کی حیثیت رکھتا ہے اور اصل میں کام کرنے والا وہ کاریگر ہی ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن القیم ج۱ ص۵۷۵)

''وهل يخاطبك من الانسان او يراك او يحبك او يواليك او يعاديك ويخف عليك اويثقل ويونسك اويوحشك إلا ذلك الامر الذى هو وراء الهيكل المشاهد بالبصر''

''جو انسان آپ سے مخاطب ہو رہا ہے دیکھتا ہے یا محبت کرتا ہے، دوستی یا عداوت پر آمادہ ہوتا ہے، بے اثر ہے یا وزن دار ہے اور آپ سے اُنس ومحبت کرتا ہے یا وحشت پذیر ہوتا ہے، یہ ساری باتیں اس روح کی ہیں جو اس نظر آنے والے وجود سے پیچھے یعنی مخفی ہے۔

روح اور وجود کو باہم نسبت

مذکورہ دلائل سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا کہ جو کچھ ہے ''روح'' ہی ہے، جسد عنصری محض جماد یا پتھر کی طرح ہے۔ لہٰذا حدود وتعزیرات کا دنیا میں جاری ہونا اور عذاب وثواب کا آخرت میں جسد عنصری پر عائد کرنا ظلم ہے اور ایک ناکردہ گناہ کی سزا ہے، جو حاکم عادل کے تصفیۂ عدل کے منافی ہے۔ چنانچہ بعض لوگ جیسے معتزلہ اور خوارج یا ان کے ہم مسلک گندم نما جو فروش سُنی اس کے قائل ہو گئے کہ موت کے بعد قبر میں عذاب وثواب محض روح کو محسوس ہوگا، جسد عنصری محض ایک مٹی کا پتلا سمجھو یا پتھر کی چٹان۔

ان عقلمندوں کو کون سمجھائے کہ دنیا میں جو حدیں اور تعزیریں قائم کی جاتی ہیں ان میں جسد عنصری کیوں پیش پیش ہے؟ نیز جو عتاب وعذاب گنہ گاروں کو اور راحت وثواب نیکوکاروں کو آخرت میں حاصل ہوگا وہ محض روح کو کیوں نہیں ہوگا؟ رَوْح ورَیحان، جنت عدنان، دیدار رحمان میں وجود عنصری کو کیوں شریک کیا جائے گا؟ موت کے بعد روح کو بدن سے علیحدہ کر کے صرف روح کو عذاب وثواب کا مزا چکھانا قضیہ انصاف کے منافی ہے۔

''اخرج ابن منده عن ابن عباس قال ماتزال الخصومة بين الناس حتى تخاصم الروح والجسد فتقول الروح للجسد انت فعلت ويقول الجسد للروح انت امرت وانت سولت فيبعث الله ملكا يقضى بينهما فيقول لهما ان مثلكما كمثل رجل مقعد بصير وآخر ضرير دخلا بستانا فقال المقعد للضرير انى ارى ههنا ثمارا ولكن لا اصل إليها فقال له الضرير اركبنى فركبه فتناولها فايهما المعتدى فيقولان كلاهما

فیقول الملک فانکما قد حکمتما علی انفسکما یعنی ان الجسد للروح کالمطیۃ وھو راکبہ" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن مندہ نے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: لوگوں میں جھگڑا لمبا ہوگا، حتیٰ کہ روح اور جسد بھی جھگڑا کریں گے۔ روح جسد کو ملامت کرے گا کہ جو کچھ ہوا تو نے کیا، مگر جسد یہ کہے گا یہ ساری بات ہی تیری تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجیں گے وہ ہر دونوں کو مخاطب ہوگا اور کہے گا تمہاری مثال اس طرح ہے جس طرح ایک شخص لنگڑا ہو مگر اس کی آنکھ ٹھیک ہو اور دوسرا اندھا ہو وہ ہر دونوں ایک باغ میں داخل ہو گئے، لنگڑے نے اندھے سے کہا میں یہاں پھل دیکھ رہا ہوں لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا، اندھے نے کہا تم مجھ پر سوار ہو جاؤ، اندھے نے لنگڑے کو کندھے پر اٹھالیا اس طرح دونوں نے مل کر وہ کام کیا، اب بتاؤ مجرم کون ہے؟ جسد اور روح جواب دیں گے مجرم ہر دونوں ہیں، تو فرشتہ کہے گا تم نے اپنا فیصلہ خود ہی کر لیا۔ یعنی روح سوار ہے اور جسد اس کی سواری ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۴)

غور فرمایئے! دنیا میں چور کا ہاتھ جب کاٹا جاتا ہے اور زانی کو دُرّے لگائے یا سنگسار کیا جاتا ہے یا استاد و معلم تادیباً اپنے شاگرد کو تھپڑ رسید کرتا ہے تو اس تادیب و تعزیر میں روح اور وجود عنصری ہر دونوں ملحوظ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر دونوں کیلئے غذا کا انتظام کو علیحدہ ہے۔ روٹی، پانی، فروٹ اور گوشت جسد عنصری کا حصہ اور تلاوت قرآن، ذکر الٰہی روح کی غذا ہیں مگر بظاہر غذاء روح بھی وجود عنصری کے وسیلہ سے مہیا کی جاتی ہے۔

القصہ...... روح اور وجود کا باہم تعلق ایک مسلّم چیز ہے۔ دنیا میں ہر دونوں ایک دوسرے کے سواء کچھ نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے کے سخت محتاج ہیں۔ وجود کے بغیر روح کی کرشمہ سازی اور روح کے بغیر وجود کا کوئی کمال تصور میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا روح و وجود کی ترکیب کے بعد کسی مرحلہ میں مشترک کام کی جزاء و سزا صرف روح کے لئے ثابت کرنا ناانصافی کے مترادف ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ

"وھذا یتضح بجواب المسئلۃ وھی قول السائل ھل عذاب القبر علی النفس والبدن او علی النفس دون البدن او علی البدن دون النفس وھل یشارک البدن النفس فی النعیم والعذاب ام لا وقد سئل شیخ الاسلام عن ھذہ المسئلۃ ونحن نذکر لفظ جوابہ فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاً باتفاق أھل السنۃ والجماعۃ وفی المسئلۃ اقوال شاذۃ لیست من اقوال اھل السنۃ والجماعۃ" اور یہ فصل ایک سائل کے جواب میں مسئلے کو واضح کرتا ہے کسی نے پوچھا کہ قبر کا عذاب نفس و بدن ہر دونوں پر واقع ہے یا صرف نفس پر یا صرف بدن پر اور کیا بدن نعمت و عذاب میں روح کا شریک ہے یا نہ؟ شیخ الاسلام نے فرمایا: نعمت و عذاب نفس اور روح ہر دونوں پر ہوتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے اور اس مسئلہ میں دوسرے اقوال ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔" (کتاب الروح لابن قیم رحمہ اللہ ج ۱ ص ۹۷)

وضاحت

امامین کے ارشاد گرامی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح اور وجود جب سے ایک دوسرے کے ساتھی ہوئے ہر معاملہ میں ان کا ساتھ ہی رہے گا۔ دنیا کے دُکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک اور برزخ و عقبیٰ کے ثواب

وعتاب میں بھی شریک رہیں گے۔ صرف وہ ایک صورت کہ روح جب عالم ارواح میں اور وجود انسان ناپختہ حالت میں ایک تصویر اپنی ماں کے پیٹ میں تھا، تولامحالہ ایک دوسرے کی رنج وراحت میں یہ ہر دونوں شریک نہیں تھے۔ روح بدن سے بے خبر اور بدن روح سے بے ثمر تھا۔ ہر ایک کے حالات کا ایک دوسرے پر کوئی اثر نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی قسم کی تکلیف کے پابند تھے۔ تعلق تھا تو صرف اتنا کہ یہ روح فلاں وجود میں داخل ہوگی اور یہ وجود فلاں روح کی دنیوی رہائش گاہ ہے۔ مگر عالم برزخ وعقبیٰ میں تو یہ ہوگا کہ اس روح ووجود نے یہ نیک کام کیا یا یہ بدکاری انجام دی یعنی ہر دونوں پر برابر کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ خواہ روح علیین میں قرار پذیر ہو یا سجین میں اور وجود قبر میں سالم موجود ہو یا خاک وراکھ بن چکا ہو۔ ہمیں نظر نہ آنے والا روح اس نظر نہ آنے والے وجود کے ساتھ ہوگا، جس قادر وقیوم نے ان کو عذاب وثواب کرنا ہے اس کی نظر سے نہ غائب ہیں اور نہ ایک دوسرے سے دور۔

موت، نوم اور یقظہ میں فرق

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ روح انسان مبدأ افعال اور مرجع احکام ہے۔ موت، نیند اور جاگ انسانی صفات ہیں جن کا فرق باہم نمایاں ہے۔ روح کا تعلق وجود کے اندر باہر ہو مثلاً آنکھ دیکھ رہی ہے، معدہ ہضم کا کام کر رہا ہے، اس کو ''یقظہ'' یعنی جاگ کہتے ہیں۔ اس طرح ''روح'' کا تصرف بدن کے اندر ہو مثلاً جگر، معدہ، پھیپھڑے کام کر رہے ہوں مگر آنکھ بند ہے دیکھ نہیں رہی، اس کو ''نوم'' یعنی نیند کہتے ہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ روح کا تعلق واتصال نہ ظاہر وجود سے نظر آئے اور نہ اندر بدن باقی رہے اس کو ''موت'' کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''النفس الانسانیة عبارة عن جوهر مشرق روحانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءه فی جمیع الاعضاء وهو الحیاة فنقول انه فی وقت الموت ینقطع تعلقه عن ظاهر هذا البدن وعن باطنه وذلک هو الموت واما فی وقت النوم فانه ینقطع ضوءه عن ظاهر البدن من بعض الوجوه ولا ینقطع ضوءه عن باطن البدن فثبت ان الموت والنوم من جنس واحد الا ان الموت انقطاع تام کامل والنوم انقطاع ناقص من بعض الوجوه واذا ثبت هذا ظهر ان القادر الحکیم العالم دبر تعلق جوهر النفس بالبدن علی ثلثة اوجه (أحدهما) أن یقع ضوء البدن علی جمیع اجزاء البدن ظاهره وباطنه وذالک هو الیقظه (وثانیهما) ان یرتفع ضوء النفس عن ظاهر البدن من بعض الوجوه دون باطنه وذلک النوم (وثالثها) ان یرتفع ضوء النفس عن البدن بالکلیة وهو الموت'' نفس انسانی ایک جوہر روشن روحانی سے عبارت ہے۔ جب اس کا تعلق تمام بدن سے ہو تو اس کی روشنی سارے اعضاء میں ہوتی ہے، اس کا نام ''حیات'' ہے اور بوقت موت اس کا تعلق ظاہر اور باطن بدن ہر دونوں سے ٹوٹ جاتا ہے اس کو ''موت'' کہتے ہیں۔ مگر نیند کے وقت ظاہر بدن سے کسی حیثیت سے روح کی روشنی ٹوٹ جاتی ہے اور اندر بدن رہ جاتی ہے، تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ موت اور نیند ایک جنس ہے۔ فرق اتنا ہے کہ موت میں مکمل انقطاع اور نیند میں کچھ انقطاع اور کچھ اتصال ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ علیم وحکیم نے جوہر نفس کو انسانی وجود سے تین طرح کا تعلق عطاء فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ روح کا تعلق ظاہر وباطن سے بدستور ہو، اس کو جاگنا کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ روح کا تعلق ظاہر سے کٹ جائے اور باطن میں پورا رہ جائے اس کو نیند کہتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ نفس کی روشنی پورے بدن سے اٹھ جائے اس کو ''موت'' کہا جاتا ہے۔''

روح کا تعلق بدن سے پانچ قسم ہے اور موت کے بعد بھی تعلق ہوتا ہے

کتاب کے اختصار کے پیش نظر حوالہ جات مختصر مگر مضبوط لکھ رہا ہوں۔ دکھانا یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے بزرگ، آئمہ دین کی تحقیق اس بارے کیا ہے؟ امام ابن القیم رحمہ اللہ (جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں) کی عبارت خصوصاً اس لئے بھی پیش کرتا ہوں تاکہ ان کی مسلمہ شخصیت کے سامنے کسی بے شناس کو چوں چرا کرنے کی ہمت نہ پڑے۔ ملاحظہ فرمایئے: ''وسر ذالک ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغايرة الاحكام:

(أحدها)... تعلقها به في بطن الأم جنينًا

(الثاني)... تعلقها به خروجه إلى وجه الارض

(الثالث)... تعلقها به في حال النوم فلها تعلق به من وجه ومفارقته من وجه

(الرابع)... تعلقها به في البرزخ فإنها وان فارقته وتجردت عنه فإنها لم تفارقه فراقًا كليًا بحيث لا يبقى لها إلتفات إليه البتة وقف ذكرنا في اول الجواب من الاحاديث والآثار ما يدل على ردها إليه وقت سلام المسلم وهذا الرد اعادة خاصة لا يوجب حياة البدن قبل يوم القيامة۔

(الخامس)... تعلقها به يوم بعث الاجساد وهو اكمل انواع تعلقها بالبدن، واما قوله تعالى "الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى إلى اجل مسمى" فامساكه سبحانه التي قضى عليها الموت لا ينافي ردها إلى جسدها في وقت ما ردًا عارضًا لا يوجب له الحيوة المعهودة في الدنيا وإذا كان النائم روحه في جسده وهو حيّ وحياته غير حياة المستيقظ فان النوم شقيق الموت فهكذا الميت اذا أعيدت روحه إلى جسده كانت له حال متوسطة بين الحيّ وبين الميت التي لم ترد روحه إلى بدنه كحال النائم المتوسطة بين الحيّ والميت فتام هذا يزيح عنك اشكالات كثيرة'' روح کو بدن سے پانچ طرح کا تعلق ہے، احکام سب کے علیحدہ ہیں:

(اوّل) ماں کے پیٹ میں جب بچہ تھا۔

(دوم) جب وہ زمین پر آ گیا۔

(سوم) نیند کی حالت میں روح کچھ متصل ہے، کچھ جدا ہے۔

(چہارم) روح کا تعلق بعد الموت عالم برزخ میں...... اگرچہ روح بدن سے جدا اور مجرد ہو گیا ہے مگر اس طرح جدا نہیں ہوا کہ بدن کی طرف توجہ بھی نہ رہے۔ حالانکہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ احادیث وآثار میں موجود ہے کہ سلام کے وقت روح کی توجہ ہوتی ہے اور یہ اعادۂ روح ایک خاص صورت ہے جو بدنی حیات کو قیامت سے پہلے ثابت نہیں کرتا۔

(پنجم) یہ کہ روح کا تعلق بدن سے قیامت میں ہوگا۔ یہ سب سے بڑا کامل تعلق ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان: اللہ یتوفی الانفس (الآیۃ)، اللہ تعالیٰ کا روح کو بند فرمانا، تو یہ قبر میں اس عارضی عودِ روح کے منافی نہیں جس سے دنیوی حیات ثابت نہیں ہوتی۔ دیکھتے نہیں نیند کرنے والے کا روح باوجودیکہ وجود کے اندر ہے لیکن اس کی ''حالت حیات'' جاگنے والے سے مختلف ہے، کیونکہ نیند موت کے مشابہ ہے۔ (اس طرح جب میت کا روح اس کی طرف لوٹایا

جائے تو اس کا حال زندہ اور اس مردہ جس کا روح اس کے بدن کی طرف نہیں لوٹا یا گیا کے درمیان ہوتا ہے) جس طرح نیند کرنے والے کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان ہے۔ یہ تطبیق کئی شبہات کو دور کردے گی۔ (کتاب الروح لابن قیم ۶۸)

امام ابن القیم رحمہ اللہ کے بیان۔ سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ روح جب سے بدنِ انسان سے متعلق ہوا وہ کسی حالت میں بدنِ انسان کو محض پتھر یا مٹی کا ڈھیر نہیں چھوڑتا۔ گو تعلق کی نوعیت بدلتی رہتی ہے مگر کسی حال میں بھی وہ اس کو غیر متعلق نہیں چھوڑتا۔ بعض کج فہم لوگ تعلقِ روح سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ اگر بعد موت برزخ میں روح کا تعلق بدنِ عنصری سے ہوتا ہے تو وجود انسانی گل سڑ کیوں جاتا ہے۔

موت کے بعد روح کے تعلق کی نوعیت

حالانکہ تعلقِ روح جس طرح سوتے وقت انسان کے وجود عنصری کو بے ہوشی، بے حسی، نہ سننا اور نہ دیکھنے سے نہیں روک سکتا اس طرح مرنے والے آدمی کے بدن کو فنا پذیر اور متغیر ہونے سے بھی نہیں روک سکتا۔ کیونکہ روح کا تعلق اس نوعیت کا نہیں جو دنیا میں بحیثیت زندہ انسان کے تھا۔ تعلقِ روح کا اس لئے مطلق انکار کرنا کہ اگر تعلق تسلیم کر لیا تو حیاتِ دنیوی لازم آ جائے گی۔ غباوت کی نشانی یا محض تعنت ہے۔ ایک اہلِ علم کو یہ مناسب نہیں کہ وہ جادۂ مستقیم کو اس لئے چھوڑ دیں، کہ معطلین واہلِ زیغ اور جاہل یہ سوال اٹھائیں گے۔ وہ کہیں گے جاہلوں کے جہل سے گھبرا کر اگر عالم اپنے علم سے دست بردار ہوجائیں تو یہ علم و تحقیق سے دشمنی کے مترادف اور مذہبی خیانت کے ہم معنی ہے۔ اگر یہ فتویٰ بطور مسئلہ نہیں بلکہ مصلحت ہے تو تشدد گروپ یہ بتائیں کس شریعت میں کسی مسلمان کو مصلحتاً ابوجہل کہنا جائز ہے؟ کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے مقام پر کسی صورت بھی استعمال نہیں ہوسکتے۔

محدثین نے سماع کے قائل کو کافر کیوں نہیں کہا؟

تارک صلوٰۃ کو، وطی فی حالت الحیض کرنے والے کو، زانی اور وطی فی الدبر کرنے والے کو شریعت میں بے شک کافر کہا گیا ہے مگر چونکہ یہ فتویٰ تہدید کے طور تھا۔ محدثینِ کرام نے (باب کفر دون کفر) لکھا ہے۔ اگر سماع کا قائل مجرم کافر ہے تو ''کفر دون کفر'' کا باب دکھاؤ یا دعویٰ نبوت فرماؤ اور شارع کی حیثیت سے حکم نافذ کرو کہ ہم اس کو کافر کہتے ہیں پھر دیکھو کہ خاتم النبیین ﷺ کی اُمت تمہاری کیا تواضع کرتی ہے!

حضرت مُلّا علی القاری کا ارشاد

''روح الکافر تکون دائما محبوسۃ فی اسفل السافلین بخلاف روح المومن فانھا تسیر فی ملکوۃ السمواۃ و الارض و تسرح فی الجنۃ حیث تشاء و تاوی إلی قنادیل تحت العرش و لھا تعلق بجسدہ ایضا تعلقا کلیا بحیث یقراء القرآن فی قبرہ و یصلی و یتنعم و ینام کنوم العروس و ینظر منازلہ فی الجنۃ بحسب مقامہ و مرتبہ''

''کافر کی روح جہنم کے نچلے درجہ میں ہمیشہ بند رہتی ہے اور مومن کی روح آسمان و زمین، بہشت اور عرش کے قندیلوں میں آزاد ہوتی ہے اس کے باوجود اس روح کا تعلق وجودِ عنصری سے بھی باقاعدہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر وہ قبر میں نماز قرآن پڑھتا ہے، نعمتیں حاصل کرتا ہے اور نیند کرتا ہے اور اپنے حسب مرتبہ جنت کے مکانوں کو دیکھتا ہے۔''

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان

''ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا یختص بجزئ دون جزئ بل ھی متصلۃ مشرقۃ علٰی سائر اجزائہ وان تفرقت وکان جزائ بالمشرق وجزء بالمغرب'' پھر جاننا چاہئے کہ روح کا تعلق میت کی کسی خاص جزء کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ روح کا اتصال تمام اجزاء بدن کے ساتھ ہوتا ہے، گو اجزائے بدن مشرق ومغرب میں پھیلے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ (شرح الشمائل عن الروح ج۱۵ ص۱۵۱)

محدث کبیر اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق بدنِ میت سے ضرور ہوتا ہے۔ گو اس تعلق کی حقیقت اور کنہہ ماسوائے اللہ علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ انسان کو جس چیز کی حقیقت کا احاطہ نہ ہو اس کا انکار کردینا ہی مناسب ہے۔ بے علمی کی بناء پر اصل چیز کا انکار کردینا ہٹ دھرمی کی واضح دلیل ہے۔

تعلقِ روح دنیوی زندگی کی طرح نہیں

''قال العسقلانی فی فتاویہ: ارواح المومنین فی علّیین وارواح الکفار فی سجین ولکلّ روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شیئ بہ حال النائم وان کان ھو اشدّ من حال النائم'' علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اپنے فتوؤں میں فرماتے ہیں: مومنین کی ارواح علّیین اور کافروں کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کو اپنے جسدِ عنصری سے معنوی اتصال ہوتا ہے، جو حیاتِ دنیوی کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ یہ اتصال نیند والے اتصال کی حالت کے مناسب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج۴ ص۲۵)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فیصلہ کن بیان

''علی ان قولہ ثم تعاد روحہ فی جسدہ لا یدلّ علٰی حیاۃ مستقرۃ وانّما یدلّ علٰی اعادتھا إلی البدن وتعلق بہ والروح لم تزل متعلقۃ ببدنھا وان بلی وتمزق'' اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ روح کو وجود میں واپس کیا جاتا ہے، مستقل حیاۃ پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اعادۂ روح اور بدن سے اس کے تعلق کو ثابت کرتا ہے اور ضابطہ یہی ہے کہ روح اپنے جسد عنصری سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ وجود عنصری پرانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ (کتاب الروح ج۱ ص۶۷)

سلف صالحین رحمہم اللہ اس امر پر متفق ہیں کہ موت کے بعد انسان کے روح کا تعلق وجودِ عنصری سے ہوتا ہے جس کی کنہہ ماسوائے خدا جل شانہٗ کے دوسرا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسلاف میں کوئی سماع موتی کا قائل تھا یا نہ تھا، مگر ظواہر نصوص اور جمہور اُمت کے متفقہ تحقیقات سے اس کو کوئی گریز نہ ہوتا تھا۔ لیکن دورِ حاضر کے محققین کا مسلک اور طرز استدلال ہی انوکھا ہے۔ اصل مسئلہ یہ تھا جس کا بیان ہر مسلمان خصوصاً اہل علم کا فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی کسی کا مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے نہ زندہ نہ مردہ۔ لیکن چونکہ اکثر عوام کالانعام ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں فرق ہے تو صرف اتنا کہ یہ اوپر کھڑا ہے اور وہ نیچے قبر میں بیٹھا ہے۔ ہر مردہ خصوصاً ''ولی'' ہر بات سنتا ہے، دور قریب سے سنتا ہے اور ہر کسی کی سنتا ہے۔ اس لئے مناسب تھا کہ ہر مردے کے سماع کی تردید کردی جائے اور سماع واردنی الاحادیث کو اس کے مورد پر بند مانا جائے۔ مگر بعض توحید کے نام لیوا لوگوں کو مصلحت یوں نظر آئی کہ

جس طرح قبر پرستی، سجدہ ریزی، نذرونیاز، شرک ہیں اسی طرح محض سماع موتٰی کا قائل ہونا بھی کفر باللہ اور شرک خالص قرار دیا جائے، عوام کالانعام کے ساتھ خواص اور علماء کو بھی ایک لکڑی سے ہانکنا شروع کر دیا۔ جب علماء اُمت نے میت کے عذاب وثواب، تعلقِ روح اور برزخی حالات پر استدلال از نصوص پیش کیا اور اس بے معنی تشدد کا رد فتیح کیا تو تشدد گروپ مبہوت ہو کر معتزلہ اور خوارج کے سے ہتھکنڈے استعمال کرنے لگا۔ پھر بات یہاں تک نہ رُکی بلکہ امام الانبیاء، فخر بنی آدم ﷺ کے وجود پاک کو بھی نہ بخشا گیا اور نجات اسی میں تصور کی کہ آپ کو ایک منٹ بلکہ ایک ہی سانس میں کم از کم سات دفعہ "مردہ" کہہ لیا جائے۔ صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل کو بھی کافر ومشرک کا فتویٰ دے دیا جائے اور آنحضرت ﷺ کے وجود اور روح کو باہم بے تعلق کرنے میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے۔ یہ بتائیں کس اہلِ علم نے جمہور اہلسنت کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے کہ بعد الموت دنیا کی زندگی عود کر آتی ہے؟ دنیا میں دنیا کی زندگی، برزخ میں برزخی حیاۃ اور آخرت میں عقبیٰ کی زندگی ہوگی۔ ظرف کے تبادلے سے مظروف کی نوعیت بدلتی گئی۔ نبی کریم ﷺ کو زندہ کہنے اور سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ رکھنے سے کس شرعی اصل اور قرآنی آیت کی تردید ہو گئی؟ صحابہ کرام ﷢ کے دور میں کفر الیہود، شرک النصاریٰ، کفر المجوس، اور شرک اہلِ صنم موجود تھا۔ مگر کوئی صاحبِ عقل ودرایت یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ ﷢ نے یا تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے انبیاء کو مردہ کہنے پر لنگوٹ کس لیا ہو؟ خدائے کبریا کی توحید کے اثبات کے لئے آفاقی وانفسی دلائل کو چھوڑ کر انبیاء کو مردہ ثابت کرنے کا کیا مقصد؟ توحید کے نام پر اعتزال وخروج، رفض اور انکار حدیث کی خدمت کرنے کا کامیاب طریقہ یہی ہے جو تشدد گروپ نے اختیار کیا ہے؟؟

مستقر ارواح الانبیاء بعد الوفات

"وارواح الکمل إذا فارقت اجسادها صارت کالموج المکفوف لا یهزها ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولٰکن النفوس الّتی هی دونها تلتصق بها بالهمته فیجلب منها نورًا وهیئۃ مناسبۃ بالارواح وهی المکنی عنه بقوله علیه السّلام مامن احدٍ یسلّم علیّ إلّا ردّ اللہ علیّ روحی حتّی ارد علیه السلام"

"اور کامل لوگوں کی روحیں جب اپنے جسموں سے جدا ہوتی ہیں تو ان کی حالت رُکی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہے کہ ان کو نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب حرکت نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں قصد کر کے ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور نور اور ہیئت جو اُن کے مناسب ہوتی ہے ان ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی اس حدیث میں یہی مراد ہے: جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

"إنّ الرّوح إذا فارقت الجسد بقیت حساسۃ مدرکۃ بالحسّ المشترک وغیرہ وبقیت علٰی علومها وظنونها الّتی کانت معها فی الحیوۃ الدنیا ویترشّح علیها من فوقها علوم یعذب بها او ینعم وهم الصالحین من عباد اللہ لترتقی إلٰی حظیرۃ القدس" جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ بدستور سابق حساس رہتی ہے جو حس مشترک وغیرہ سے احساس کرتی ہے اور جو علوم اور خیالات دنیوی زندگی میں اس کے ساتھ تھے مرنے کے بعد بھی اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس پر عالم بالا سے اور زائد علوم مترشح ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو عذاب یا

ثواب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہمتیں حظیرۃ القدس تک پہنچتی ہیں۔'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۰)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اصطلاح میں ''حظیرۃ القدس'' وہ مقام ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ مقام پذیر ہوتی ہیں جس کو دوسرے علماء ''اعلیٰ علیین'' کہتے ہیں۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ کا بیان

''البحث السادس فی مستقر الارواح بعد مفارقته الابدان الذی دلت علیه الاخبار ان مستقرّ الارواح بعد المفارقة مختلف فمستقرّ ارواح الانبیاء علیہم السلام فی اعلی علیین و صح من آخر کلمة تکلم بها رسول اللہ ﷺ اللّٰهم الرفیق الاعلی و هو مؤید ماذکر'' چھٹا بحث روح کے مقام کا ہے، کہ وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد کہاں رہتے ہیں۔ اخبار واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے مقامات مختلف ہیں، پس ارواح انبیاء علیہم السلام کا مقام رہائش اعلیٰ علیین ہے اور آنحضرت ﷺ کا آخری کلمہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۴۸)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا بیان

''وقد قال ﷺ من صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ و من صلّی علیَّ نائیا أبلغته۔ هٰذا مع القطع بان روحهٗ فی اعلی علیین مع ارواح الانبیاء هو الرفیق الاعلی'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا دور کا سلام پہنچایا جاتا ہے اور قبر کے قریب کا میں خود سنتا ہوں اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ کا روح اعلیٰ علیین میں ارواح انبیاء کے ساتھ ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۲۹)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان

''هٰذا مع القطع بأن روحه الکریمة علیه السلام فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین مع ارواح الانبیاء وقد صح عنه انه رأی موسی علیه السلام قائمًا یصلّی فی قبره لیلة الاسراء ورأه فی السّماء السادسة او السّابعة فإن قیل فقد ذکرتم اقوال الناس فی مستقر الارواح وماخذهم فما هو الراجح من هذه الاقوال حتی نعتقده قیل الارواح متفاوتة فی مستقرّها فی البرزخ اعظم تفاوت (فمنها) ارواح فی اعلی علیین فی الملأ الاعلی وهی ارواح الانبیاء صلوٰة اللہ وسلامهٗ علیهم وهم متفاوتون فی منازلهم کما رأهم النبی ﷺ لیلة الاسراء'' یہ یقینی بات ہے کہ روح کریم ﷺ کا رفیق اعلیٰ علیین میں ہے تمام انبیاء کے روحوں کے ساتھ، اور آنحضرت ﷺ نے شب معراج موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر ان کو چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جائے قیام ارواح اور ہر ایک کے دلائل آپ نے ذکر کر دیئے لیکن زیادہ صحیح قول کیا ہے جس کے مطابق اعتقاد رکھنا چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ ارواح کی جائے قیام میں بہت زیادہ فرق ہے۔ بعض ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں ہیں، پھر ان کے مقام کا آپس میں فرق ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے لیلۃ المعراج میں ان کو دیکھا۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۱۸۵)

علامہ حلبی رحمہ اللہ کا بیان

''إنّ الارواح فی البرزخ متفاوتة فی مستقرّها اعظم تفاوت فلا تعارض بین الادلة الدالة علی تلک الاقوال المختلفة وحینئذ تکون ارواح الانبیاء علیہم السلام مع کونها فی الملأ الاعلٰی متفاوتة فیه'' عالم برزخ میں رہائش کے لحاظ سے ارواح مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف اقوال اور دلائل میں کوئی تعارض نہ سمجھا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کے ارواح باوجودیکہ تمام ملأ اعلیٰ میں ہیں، مگر وہاں ان کے بھی مقامات مختلف ہیں۔

(انسان العیون ج ۲ ص ۲۶۴)

انبیاء علیہم السلام کے اجساد قبروں میں تروتازہ اور محفوظ ہیں

انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ شرف و امتیاز اُن پاک ہستیوں کو بخشا ہے جن خاصانِ خدا نے اپنے وجود کو دنیائے فانی میں مقصودِ حقیقی کی رضا میں فنا کر دیا تھا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا چہرہ لہولہان ہوا، سر مبارک زخمی، دانت مبارک شہید ہوئے اور میدانِ جنگ خونِ شہداء سے لالہ زار بن گیا۔ مگر طالبانِ حق کی زبان پر یہ حرف تک نہ آیا کہ ہمارے وجود ضائع ہوئے۔ ہادیٔ عالم ﷺ نے اپنی زخمی انگلی کو فرمایا تو انگلی ہے، جو مقصودِ حقیقی کے سبیلِ حق میں خون بہا رہی ہے، خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کے وجودِ مسعود کو تا قیامت قبرِ مطہر میں تروتازہ اور غیر فانی کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہ کرامت و شرافت اس وجود کو عطاء کی گئی جس نے توحید باری تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے ہزار بلائیں برداشت کیں۔ (ﷺ)

''عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ: إنّ من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصّلٰوة فیه فإنّ صلٰوتکم معروضة علیّ، قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلٰوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال إنّ اللہ عزوجل حرّم علی الارضِ أجساد الانبیاء (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹)'' حضرت اوس ابن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایام سے افضل دن جمعہ ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور وفات پائی اور اس دن میں نفخہ اور صعقہ ہوگا تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا وجود جب مٹی ہو جائے گا جب درود کس طرح پیش کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو مٹی پر حرام کر دیا ہے وہ ان کو نہیں کھاتی۔

(دلائل النبوۃ ۲۰۶ ج ۳، ابونعیم متوفی ۴۳۰ھ، فتح الباری ص ۲۷۹ ج ۱۱، سنن کبریٰ للبیہقی۔ ابن ماجہ)

''قال رسول اللہ ﷺ: ان من افضل ایامکم یوم یوم الجمعة فیه خلق آدم علیه السلام وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علَیَّ مِنَ الصلوٰة فإنّ صلوٰتکم معروضة عَلَیَّ قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال ان اللہ عزوجل قد حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء علیہم السلام''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا افضل الایام جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس میں وفات ہوئی، پہلا اور دوسرا نفخہ بھی اس میں ہوگا۔ مجھ پر بکثرت درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، تو صحابہ نے عرض کیا اس وقت کس طرح پیش ہوگا جب آپ کا وجود قبر میں مٹی ہو جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو حرام کر دیا ہے وہ ان کو نہیں کھاتی۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۶۲)

مفسر و امام ابن کثیرؒ کی تصحیح و توثیق

''قال الامام احمد حدثنا حسین ابن علی الجعفی عن عبدالرحمن ابن یزید ابن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس ابن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الیٰ آخر الحدیث ورواہ ابوداؤد والنسائی، وابن ماجہ من حدیث حسین ابن علی الجعفی وقد صحح ھذا الحدیث ابن خزیمۃ وصحح ابن حبان والدار قطنی والنووی'' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مذکور راویوں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا وہی مکمل حدیث ہے جو پہلے گزری۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد و امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی اور امام نووی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

علامہ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ شافعی کا بیان

''مع ان ارض المدینۃ سبخۃ یتغیر المیت فی قبرہ من لیلۃ ای لان الارض لا تاکل لحوم شھداء المعرکۃ کالانبیاء علیہم السلام'' باوجودیکہ مدینہ مکرمہ کی زمین نمکین ہے، عام میت ایک ہی رات میں بدل جاتی ہے، اس لئے کہ میدانِ جنگ میں شہید ہونے والوں کے گوشت کو زمین اس طرح نہیں کھاتی جس طرح انبیاء علیہم السلام کے وجود کو نہیں کھاتی۔ (انسان العیون ج ۲ ص ۲۶۴)

مدینہ شریف کی زمین نمکین ہونے کے باوجود جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر و بدن مبارک کو متغیر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصری اپنی قبروں میں محفوظ ہیں۔

امام ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''و معلوم بالضرورۃ اِنّ جسدہٗ ﷺ فی الارضِ طری مطرًا وقد سألہ الصحابۃ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت فقال اِنّ اللہ حرم علی الارضِ ان تاکل اجساد الانبیاء'' اور یہ امر صاف معلوم ہے کہ نبی ﷺ کا وجود زمین کے اندر تر و تازہ موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے جب یہ پوچھا کہ قبر شریف میں آپ کا وجود مسعود جب خاک ہو جائے گا تو پھر ہمارا درود و سلام کس طرح آپ پر پیش ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۶۸)

کافر ساز گروہ کے لئے لمحہ فکریہ اور تازیانۂ عبرت

قرآن مجید نے جگہ جگہ منکرین بعث بعد الموت کے اعتراض کا ذکر فرمایا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ انسانی ڈھانچہ قبر میں گل سڑ کر خاک اور راکھ ہو جائے گا، پھر کیونکر یہ وجود قیامت میں مبعوث ہو سکتا ہے؟

خدا تعالیٰ نے ہر مقام پر تو یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ اس قادر مطلق نے اگر معدوم کو موجود کر لیا ہے تو مفقود کو بار دیگر مبعوث بھی فرما سکتا ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوان بھی محشور ہوں گے۔ مگر یہ کہیں نہیں بتایا کہ وجودِ عنصری پر موت طاری ہو جانے کے بعد یہ جسم قبر میں باقی رہ جائے گا، فنا پذیر، بوسیدہ، متفرق الاجزاء اور تغیر پذیر نہیں ہوگا۔

مگر تعجب ہے کہ منکرینِ سماع صلوٰۃ وسلام ایک طرف تو سماع والی حدیثوں کو ''قرآن سے ٹکر لینے والی'' حدیث کہہ کر نہ صرف انکار سماع بلکہ تکفیر امت کا شوق پورا فرما لیتے ہیں اور دوسری طرف اس حدیث کو جو یہ کہتی ہے کہ: ''انبیاء علیہم السلام کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی''، تسلیم کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے اس حدیث کو رد کرنے کے لئے کسی دوسرے مرحلے میں کفر کی فائر بندی کھولی جائے گی۔ نظر انصاف ہو تو دیکھیں کہ یہی محدثین جو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کے محفوظ ہونے کی روایت وعقیدہ پیش کرتے ہیں۔ بعینہٖ عقیدہ سماع صلوٰۃ وسلام بھی وہی مفسرین وشراح بیان فرماتے ہیں۔ بُرا ہو ضد کا جو ایمان سے بھی زیادہ پیاری ہوگئی، جس کی وجہ سے دامنِ اسلاف ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تکفیر امت ہوگئی، انکار حدیث کی نوبت آگئی۔

ارواحِ انبیاء کا تعلق اجسادِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ

جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک جب عام موتی کے ارواح کا تعلق ان کے وجود کے ساتھ مسلم ہے تو جناب رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کے روحِ معلّٰی کو ان کے جسد مطہرہ سے کون غیر متعلق کہہ سکتا ہے؟ تمام اہل علم بشرط مسلمان لوگوں کا عقیدہ یہی ہے کہ روحِ مبارک حظیرۃ القدس یعنی اعلیٰ علیین میں فروکش ہے اور جسد اطہر گنبدِ خضراء میں تر و تازہ اور محفوظ ہے۔ روحِ پاک کا جسد منور سے اتصال وتعلق ہے جس کی حقیقت اور کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو شخص اس کا انکار کرتا ہے یا وہ بے علم، جاہل ہے یا ضدی، بے علم کو دلائل کی ضرورت ہے اور ضدی کا علاج موت ہے۔ جب واقع ہوئی تمام عقدے حل ہو جائیں گے۔

اگر تعلق روح بالجسد اس لئے ہے کہ روح اور وجود عنصری ہر دونوں جزا وسزا میں شریک ہوں تو پھر وہ وجود جو واجب الوجود کے سوا باعث فخر ہر موجود ہے شریک روح ہو کر کیوں نہ منعم حقیقی کی نعمتوں اور راحتوں سے لذت گیر اور خوش ہو؟ اگر کسی اندھے کی آنکھ اس کا ادراک نہ کر سکے تو اپنا سر پھوڑے۔ دلائل سمعیہ وشواہد نظریہ سے روگردانی اور تکذیب وتفسیقِ اُمت کا کیا مطلب؟

بلکہ فخر دو عالم سیّد ولدِ آدم ﷺ کے روح شریف کو آپ کے جسدِ منیف سے تعلق اس قسم کا ہے جو آپ کی شانِ رفیع کے مناسب ہے، آپ ﷺ عالمِ ارواح میں سربلند، عالمِ دنیا میں گردن فراز، عالم برزخ میں قامت دراز اور عالم عقبیٰ وجنت میں مایۂ سروری سے طرۂ طراز کے مالک ہیں۔ صلی اللہ علیہ عدد معلوماتہٖ وزینتہٖ وبرکاتہٗ وسلم!

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

''فالرُّوح کانت هناک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه وتعلق به بحیث یصلّی فی قبره ویرد سلام من سلم علیه'' روح مبارک وہاں (علیین) میں ہے اور اس وجود سے جو قبر شریف میں ہے تعلق

ہے وہ اس سے متصل ہے اور اس کے اوپر تجلی ریز ہے۔ اس طرح کہ آپ ﷺ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام پڑھنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (کتاب الروح ج۱ ص۶۹)

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ سلام پڑھنے والے کو جواب اس مقام پر مرحمت فرماتے ہیں جہاں آپ کا وجود عنصری موجود ہے، نہ ہر جگہ ان کا وجود موجود ہے اور نہ روح کا تعلق ہر مقام سے ہے۔ ''حاضری ناظری'' طبقہ ہر جگہ آپ ﷺ کے روح کا تعلق ثابت کرتے ہیں اور ''تشدد گروپ'' گنبد خضراء کے مکین وجود سے بھی نہیں مانتے۔ اتصال روح وہ ہر جگہ مانتے ہیں اور یہ لوگ جہاں آپ موجود ہیں وہاں بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ ہر جگہ کھڑے ہو کر مخاطب بسلام ہوتے ہیں اور تشدد گروپ مدینہ طیبہ میں پڑھنا اور کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ افراط کا شکار یہ تفریط میں مبتلا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات سے کیا مراد ہے؟

''ان المراد بأحياء الانبياء علیہم السلام بعد الموت شدة تعلق ارواحهم باجسادهم حتى انهم فى البرزخ بسبب ذلك احياء كحياتهم فى الدنيا'' بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کی حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے ارواح کو ان کے اجساد سے سخت قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس تعلق کی بناء پر عالم برزخ میں دنیا کی زندگی کی مانند زندہ ہیں۔ (السیرۃ الحلبیہ ص ۴۱۲)

علامہ مذکور رحمۃ اللہ علیہ نے شدت تعلق ارواح کا لفظ فرما کر حفظ مراتب کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا ہے کہ عام تعلق نہیں، خاص تعلق ہے۔ موہوم علاقہ نہیں محقق و موجود اتصال ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

''وقد رأى النبى ﷺ ليلة الاسراء موسى علیہ السلام قائمًا يصلّى فى قبره ورأه فى السماء السادسة والروح هناك كانت فى مثال البدن لها اتصال بالبدن حيث يصلّى فى قبره'' نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شب معراج چھٹے آسمان پر دیکھا اور قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے بھی دیکھا، روح وہاں تھا اس کو اس وجود سے جو قبر میں ہے اتصال تھا اس لئے وہ قبر میں نماز پڑھتے نظر آ رہے تھے۔ (شرح الصدور ص۱۲۸)

سید محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی

''ويعجبى فى هذا الفصل ما ذكره الامام العارف ابن برجان فى ''شرح اسماء الله تعالى الحسنى'' حيث قال والنفس مبرأة من باطن ما خلق منه الجسم وهى روح الجسم والنفس حجابه والروح يوصف بالحيوة باحياء الله تعالى شانه له وموته خمود الا ماشاء الله تعالى يوم خمود الارواح والجسم يوصف بالموت حتى يحيى بالروح وموته مفارقة الروح اياه واذا فارق هذا العبد الروحانى الجسم صعد به فان كان مومنا فتحت له ابواب السماء حتى يصعد الى ربه عزوجل فيؤمر بالسجود فيسجد لم يجعل حقيقة النفسانية تعمر السفل من قبره الى حيث شآء الله تعالى من الجو وحقيقة الروحانية تعمر العلو من السماء

الدنیا إلی السابعة فی سرور ونعیم ولذالک لقی رسول الله ﷺ موسی علیہ السلام قائمًا فی قبرہ یصلی وابراھیم علیہ السلام تحت الشجرة قبل صعودہ إلی السماء الدنیا ولقیھما فی السمٰوات العلی۔ فتلک ارواحھما وھذہ نفوسھما واجسادھما فی قبورھما'' اور مجھے اس بات میں جو امام عارف ابن برجان نے اسماء الحسنیٰ کی شرح میں ذکر فرمائی ہے وہ پسند ہے کہ نفسِ انسان اس کے باطن سے پیدا کیا گیا ہے، جس سے جسمِ انسان پیدا ہوتا ہے اور یہ نفس جسم کا روح ہے اور حجاب ہے اور روح اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے سے موصوف بالحیوٰۃ ہوتا ہے اور روح کی موت خمود ہے، جس دن خمودِ ارواح ہوگا اور جسم موت سے موصوف ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دخولِ روح سے زندہ ہوگا اور اس کی موت روح کی جدائی سے ہوتی ہے۔ جب یہ عبدِ روحانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو وہ اوپر کو پرواز کرتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے حکم سے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ پھر اس بندے کی ''حقیقت نفسانی'' عالمِ اسفل کو یعنی قبر سے جو میں جہاں تک خدا تعالیٰ چاہتا ہے معمور کرتی ہے اور حقیقتِ روحانی آسمانِ دنیا سے ساتویں آسمان تک کو معمور کرتی ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک درخت کے نیچے دیکھا اور آسمانوں پر بھی ان سے ملاقات ہوئی، یہ ان کے ارواح تھے اور وہ ان کے نفوس تھے اور اجساد یعنی وجودِ عنصری ان کے اپنی اپنی قبروں میں تشریف فرما تھے۔'' (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۰)

تنبیہ: علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نص ہے اس بات پر کہ بدن سے نفس اور نفس سے روح کا علاقہ پھر ہر تینوں کا باہم اتصال و تعلق بہت بڑا عمیق اور گہرا ہے۔ اگرچہ روح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام عالمِ بالا میں آسمانوں پر آنحضرت ﷺ سے ملاقاتی ہوئے، مگر عالمِ اسفل یعنی اجسادِ مبارک جو قبروں میں فروکش ہیں سے بھی رابطہ بدستور موجود تھا۔ اگر روح رسول اللہ ﷺ جسدِ عنصری سے متعلق نہیں اور عالمِ بالا سے عالمِ زیریں پر ضوفگن نہیں تو یہاں نماز کیسے اور وہاں ملاقات کیسے؟ تو قولِ [illegible] رسول ﷺ پر اعتماد نہیں تو فبأیّ حدیث بعدہٗ یؤمنون؟

حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے اعلیٰ ہے

شہداء کرام کو قرآن مجید میں زندہ کہا گیا ہے بلکہ حکم اس طرح ہے کہ نہ مُردہ کہو اور نہ مردہ سمجھو یعنی قول و اعتقاد سے ان کو زندہ تسلیم کرو۔ رہا یہ کہ وہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوتی تو نہ ہو، مگر زندہ کہنا پڑے گا اور زندہ ہونے کا اعتقاد رکھنا پڑے گا اسے ایمان بالغیب کہتے ہیں۔

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرة)'' اور نہ کہو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مُردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی جس نے اللہ کے لئے جان دی وہ اس دوسرے جہاں میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران)'' اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ

میں، مُردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے، خوشی کرتے ہیں اس پر کہ دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے، اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم، خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ

یعنی گھر میں بیٹھے موت تو رُک نہیں سکتی۔ ہاں! آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہئے۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مُردوں کو نہیں ملتی۔

(سورۃ آل عمران)

شہیدوں کا عالم برزخ میں کھانا پینا، خوش وقت ہونا اور خوشی کرنا بھی ان کی حیاتِ جاوداں ہے۔ تمام موتیٰ عام مسلمان موتیٰ کو بھی یہ نصیب نہیں چہ جائیکہ کافر، وہ تو مرنے کے بعد تو کیا جب قیامت میں زندہ ہوگا جب بھی نہ زندہ ہوگا نہ مردہ! عالمِ دنیا میں انسان کی اصل زندگی یہ ہے کہ آدمی اللہ کی شریعت پر کاربند ہو اور اس کا دل خدا کی رحمت یاد کا مرکز ہو اور عالم برزخ میں جائے تو خدا کی رحمت نصیب ہو اور بے خوف وخطر اوقات بسر ہوں۔ یہ ہے اصل حیات برزخی!! پھر قیامت میں مبعوث ہو کر خدا تعالیٰ کے ہاں پیش ہو تو بلا حساب جنت ملے اور اَبدی سکون میسر ہو، یہ حیات اُخروی ہے۔ کافر انسان تو عالمِ دنیا میں زندہ ہونے کے باوجود بھی مردہ ہے اور جسمانی موت کے بعد قبر میں مُردہ، پھر معاد جسمانی کے بعد جہنم میں زندہ نہ مردہ۔

''لا یموت فیھا ولا یحیی'' نہ مرے گا جہنم میں اور نہ زندہ ہوگا۔

جو لوگ برزخ کی زندگی کو حیات دنیوی کی طرح دیکھنا چاہتے تھے، ان کو فرمایا ''لا تشعرون'' وہ زندگی تمہارے حاشیۂ ادراک سے باہر ہے۔ بے شک وہ زندہ تو ہیں مگر جس طرح تم دیکھنا چاہتے ہو اس طرح نہیں۔

غیب را ابرے و آبِ دیگر است ۔۔۔ آسمان و آفتابِ دیگر است
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔ ہر زمان از غیب جانِ دیگر است
ہرگز نمیرد آنکس کہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اب شہداء کرام کے کھانے پینے، خوشی منانے اور خوش وقت ہونے سے تو ان کو حیاتِ جاوداں کا مالک کہیں مگر انبیاء علیہم السلام کو جو اپنی قبروں میں نماز پڑھیں، حج وتلبیہ کریں، اونٹوں پر سوار دعا مانگتے اور جماعت کی صفوں میں کھڑے نظر آئیں ہر شیخ پر مردہ ثابت کریں، انصاف اور مروۃ اسلامی کے خلاف ہے۔ دلیری اور جسارت کی حد ہوگئی!

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ

''واقتصارہ ﷺ علی ذکر الشھداء وسکوتہ عن الانبیاء لما ھو معلوم من الاصل ان مقام الانبیاء ارفی من مقام الشھداء'' اور آنحضرت ﷺ نے شہداء کے ذکر پر اقتصار فرمایا اور انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ بات تو ایک ضابطے سے معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہر حیثیت سے شہیدوں سے اونچا ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۷٦)

علامہ ابوالفضل شہاب الدین بغدادی رحمہ اللہ

''والمراد بتلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشھداء بکثیر و حیاۃ نبینا ﷺ اکمل واتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام'' مراد اس زندگی سے حیاۃ کی وہ قسم ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ (انبیاء کی حیات) شہداء کی حیاۃ سے بہت اونچی ہے۔خصوصاً ہمارے نبی ﷺ کی حیات پاک جو تمام انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ سے افضل واکمل ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶)

امام ابن قیم رحمہ اللہ

''والذی یزیح ھذا الاشکال ان شاء اللہ تعالٰی ان الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال إلٰی حال ویدلّ علٰی ذٰلک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیائٌ عند ربھم یرزقون فرحین مستبشرین وھٰذہٖ صفۃ الاحیاء فی الدنیا وإذا کان ھٰذا فی الشھداء کان الانبیاء بذٰلک احقّ واولٰی مع انہٗ قد صح عن النبی ﷺ ''ان الارض لاتاکل اجساد الانبیاء'' وانہٗ ﷺ اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء وخصوصًا بموسٰی علیہ السلام وقد اخبر بانہٗ ما من مسلمٍ یسلّم علیہ إلّا ردّ اللہ علیہ روحہ حتّٰی یردّ علیہ السلام إلٰی غیر ذٰلک مما یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء إنما ھو راجع إلٰی ان غیبوا عنّا بحیث لانذرکھم وان کانوا موجودین احیائٌ'' اور جو چیز ان شاء اللہ اس اشکال کو زائل کرتی ہے یہ ہے کہ موت دراصل عدم محض کو نہیں کہتے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔شہداء کا حال اس کی دلیل ہے کہ وہ قتل ہونے اور مرنے کے بعد اللہ کے ہاں زندہ ہیں، کھاتے پیتے اور خوش حال ہیں اور دنیا میں زندہ رہنے والوں کا حال بھی اسی طرح ہے۔جب یہ حال شہداء کا ہوا تو انبیاء علیہم السلام اس حیاتِ جاودانی کے زیادہ مستحق ہیں۔مزید براں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین انبیاء کے وجودِ عنصری کو نہیں کھاتی۔آپ شبِ معراج انبیاء علیہم السلام کے اجتماع میں شریک ہوئے۔خصوصاً موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر عندالقبر کوئی شخص سلام نہیں پڑھتا مگر میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ازیں گونہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالمِ برزخ کی اوٹ میں ہم سے غائب ضرور ہیں جو ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے، لیکن وہ مردے نہیں ہیں بلکہ زندہ موجود ہیں۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۵۴)

محدث کبیر علامہ علی القاری رحمہ اللہ

''اذمع شرافۃ لہ زیادۃ مزیدۃ انہٗ علیہ السلام حیّ فی قبرہٖ وقال تعالٰی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' مسجد نبوی کی شرافت کے علاوہ اس کی مزید اہمیت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔'' (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۲۳)

''وھٰذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر وفیہ اشارۃ إلٰی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغ سلام اُمتہٖ'' اور یہ (یعنی سلام کا بذریعہ فرشتوں کے پہنچنا) اس کے لئے ہے جو آپ کی مزار مطہر سے دور ہے اور اس میں اشارہ ہے آنحضرت ﷺ کی حیات جاوداں کی طرف اور اس طرف کہ آپ اُمت کے سلام پہنچنے سے خوش ہوتے ہیں۔

شیخ عبداللہ ابن محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا بیان

شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے شیخ عبداللہ اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ بعد الوفات کے متعلق نجدی علماء کا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں: ''ونحن نعتقد بأن رتبة نبینا ﷺ اعلٰی وارفع من سائر خلق اللہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ بحیاۃ برزخیۃ وھی اکمل من حیاۃ الشہداء لأنّہ ﷺ افضل بنفسہ من الشہداء بلاشبہۃ'' اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آنحضور ﷺ اللہ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں برزخی حیات سے، اور وہ حیات تمام شہداء کی حیات سے اکمل ہے کیونکہ حضور ﷺ خود بھی شہداء سے افضل ہیں۔

(الھدیۃ السنیۃ والتحیۃ النجدیۃ الوھابیۃ ص ۳۶)

فرمانروا حجاز ابن سعود نجدی کا بیان

شاہ مراکش (سلطان مولٰی سلیمان) نے ۱۲۲۶ھ میں اپنے بیٹے (مولٰی ابی اسحاق ابراہیم) کو فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے رکب نبوی کے ساتھ بھیجا اور ایک جماعت مفتیانِ دیار اور علماء کرام بھی ان کے ساتھ تھی۔ قاضی ابو اسحق ابراہیم (رزّاغی) نے سلطان ابن سعود سے حضور ﷺ کی حیات فی القبر کے بارے میں سوال کیا۔ سلطان ابن سعود کانپ اٹھا، بلند آواز سے آنحضرت ﷺ پر درود وسلام پڑھا اور کہنے لگا: ''ونحن نقول انّ النبی ﷺ حیٌّ فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم السلام وحیاتہ اعلٰی وارفع من الشہداء فی سبیل اللہ تعالٰی'' ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح زندہ ہیں اور آپ کی حیات شہداء فی سبیل اللہ (یعنی میدانِ جنگ میں کے شہیدوں) سے بھی بدرجہا افضل واکمل ہے۔ (الاقتصاء لاخبار دول المغرب الاقصٰی مجلد ۴ مطبوعہ مصر: ص ۱۴۵، مؤلف علامہ شیخ احمد ناصری)

علامہ سید احمد دحلان مکی رحمہ اللہ کا بیان

''وحیاۃ الانبیاء علیہم السلام فی قبورھم ثابتۃ بأدلّۃ کثیرۃ استدل بھا اھل السنۃ'' (خلاصۃ الکلام ص ۲۴۵)

علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کا فیصلہ کن بیان

''واعلم انہ تکلمنا غیر مرّۃ فی معنی حیات الشہداء والانبیاء علیہم السلام وحاصلہ ان الحیات بمعنی افعال الحیاۃ والّا فالارواح کلّھا احیاء ولو کانت ارواح الکفار ولٰکنھا معطلۃ عن افعال الحیاۃ ولذا تری القرآن والحدیث لا یذکر ان الحیات الا ویذکر ان فعلًا من افعال الحیات ایضًا، کما رأیت فی الآیۃ المذکورۃ حیث قال بل احیاء عند ربھم یرزقون فذکر کونھم مرزوقین وھی من افعال الحی والمعنی ان غیرھم وان کانوا احیاء ایضًا لٰکن ھؤلاء یرزقون ویفعلون افعال الاحیاء فاولٰی ان یسمّوا احیاءً بخلاف غیرھم'' اور ہم کئی بار انبیاء اور شہداء کی حیات کے بارے میں کلام کر چکے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حیات انبیاء سے مراد افعال زندگی ہیں۔ ویسے تو تمام روحیں زندہ ہیں چاہے کافر بھی ہوں۔ لیکن وہ روحیں افعال زندگی سے معطل ہیں۔ اس لئے قرآن وحدیث میں ذکر حیات جہاں بھی آتا ہے وہاں زندگی کے افعال سے کسی فعل کا ذکر ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں رزق کھانا زندہ انسان کا کام ہوتا ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۴۲۵)

خلاصہ یہ کہ شہداء، انبیاء جب زندوں جیسے افعال کرتے ہیں اور زندہ ہیں تو زندہ کہلانے کے مستحق بھی ہیں۔ان کے سوا زندہ کہلانے کا مستحق کوئی نہیں۔“

خلاصۂ بحث

یہ کہ انبیاء علیہم السلام پر دنیا میں موت وارد ہونے کے بعد عالم برزخ وقبر میں وہ زندہ ہیں۔ پوری امت اس امر پر متفق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بعد الوفات حیاتِ جاوداں حاصل ہے۔اب قرآن وحدیث اوراجماع اُمت کے بعد کوئی مردہ دل ”زندہ نبی“ کو ”مردہ“ کہنے کا شوق رکھتا ہے تو اپنا عشق پورا کرے، حالانکہ:

۱..... محدثین کرام نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر تو کتابیں لکھی ہیں مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی اہل علم نے یہ لکھا ہو کہ انبیاء قبروں میں مُردہ ہیں۔

۲..... بے شک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں فرمانا: إن محمدًا قد مات، دنیا میں موت واقع ہونے کی تائید تھا،مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کی قبر وبرزخ میں زندہ نہ مانا جائے۔

۳..... معراج کا واقعہ بیان فرماتے وقت جب نبی ﷺ نے فرمایا: رأیت موسٰی یصلّی فی قبرہٖ، ”میں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔“ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ وہ تو قبر میں مردہ ہوں گے، نماز کیسے پڑھ رہے تھے؟

نیز حضرات صحابہ نے آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ تو جنت میں اعلیٰ علیّین میں ہوں گے، یہاں کثیب احمر والی قبر میں نماز کیسے پڑھ رہے تھے؟ کیا علیّین کثیب احمر کی طرف آ گیا یا کثیب احمر علیّین بن گیا؟

۴..... کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ حضور ﷺ کو بعد الوفات اب صرف اعلیٰ علیین میں زندہ مانا جائے مدینہ میں روضۂ اطہر میں آپ مردہ ہیں، آپ کے وجود سے آپ کی روح مبارک کا کوئی تعلق واتصال نہیں ہے۔

۵..... لفظ ”نبی“ صرف ”روح رسول“ پر استعمال نہیں ہوتا، آپ ﷺ کا جسدِ اطہر بھی منصب نبوت میں شریک ہے۔ بعد الوفات اگر روح کا تعلق جسد مطہر سے کسی قسم کا نہیں ہے تو نبی کریم ﷺ کو برزخ میں زندہ ماننے کا کیا مطلب؟

۶..... اگر روح مبارک صرف علیّین میں قرار پذیر ہے اور اس کا تعلق واتصال وجود مبارک سے کسی قسم کا نہیں تو درود وسلام جو روضۂ شریف وقبر منیف پر جن وانس وملائکہ پڑھتے ہیں وہ محض اس بے علاقہ و بے جان دھڑ کے لئے یا روح و وجود دونوں کے لئے مشترک ہے؟

۷..... اگر روح رسول ﷺ کا تعلق واتصال آپ کے عنصری وجود سے کسی قسم کا نہیں تو نبی کریم ﷺ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

علیّین کا حصہ زندہ اور مدینہ شریف، روضۂ رفیع وقبر منیف میں سکونت پذیر حصہ مردہ۔اب تشدد گروپ جو عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی حیاۃ النبی کے قائل ہیں، وہ روضۂ اطہر میں آرام پذیر نبی کو زندہ مانتے ہیں یا اعلیٰ علیّین میں قرار گزین صرف روح رسول ﷺ کو؟

۸..... حیات النبی ﷺ ماننے کا مطلب اگر یہ ہے کہ روح رسول ﷺ زندہ ہے، لیکن اس کا تعلق جسد اطہر سے

قطعاً کسی قسم کا نہیں تو پھر ابوجہل کو مردہ کیوں مانا جائے؟ جب روح ابوجہل بھی زندہ ہے، فرمایئے...... حیاتِ سیدالابرار ﷺ اور حیاتِ قائدالاشرار میں فرق کیا ہوا؟ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت اور شانِ امتیازی کیا ہوئی؟ اللہ کریم کے نبیؐ رحیم کی برزخی زندگی نوعِ حیات میں کفار وفجار سے کس طرح ممتاز ہے؟

۹...... اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ عالمِ برزخ میں عذاب وثواب...... جسدِ عنصری اور روح، ہر دونوں کو برابر ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ روح کو جسدِ عنصری سے فوق الادراک ایک تعلق ہوتا ہے جس سے نعمت وزحمت میں وہ برابر شریک ہوتے ہیں۔ تشدد گروپ کا عقیدہ ہے کہ راحت و بے چینی صرف روح کو ہوتی ہے، وجودِ عنصری کا کچھ تعلق نہیں۔

اس صورت میں روحِ رسول اللہ ﷺ کو اعلیٰ علیین اور جنت کے باغوں میں رکھ کر جسدِ رسول اللہ ﷺ سے امتیازی سلوک کیوں کیا گیا؟ کہ روحِ مبارک تو جنت کی عشرتوں میں اور وجودِ عنصری قبر کی گہرائیوں میں۔ تشدد گروپ کے مسلک سے ابوجہل کو فائدہ اور رحمتِ کائنات ﷺ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا جسدِ عنصری جنت کی راحتوں۔ سے محروم اور جسدِ ابوجہل دوزخ کی آگ سے محفوظ۔ اس لئے کہ روح کا تعلق جو وجودِ عنصری سے قطعاً نہیں۔ یقیناً فرعون، ہامان، شداد، قارون اور نمرود کو فائدہ ہوا کہ ان پر کسی قسم کا عذاب نہیں اور پیغمبر علیہم السلام، صدیق اکبر، فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہما) کو نقصان...... کہ ان کے وجود ہر قسم کی راحتوں سے فارغ۔ اِنَّا للهِ وانا الیہ راجعون!

۱۰...... جو لوگ روحِ رسول اللہ ﷺ کا اتصال وتعلق آپ کے وجودِ عنصری سے نہیں مانتے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے جسد کی حیات نباتات وجمادات کی طرح تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ ریت کا ہر ذرہ اور پتھر کا ہر ٹکڑا جس طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ... اس طرح آنحضرت ﷺ کا وجودِ مبارک جو اپنی روح سے بے تعلق ہے وہ بھی تسبیح کرتا ہوگا۔ کیونکہ پتھر، مٹی، پانی، آگ، لکڑی اور لوہے میں ایک تکوینی حیات موجود ہے جس سے وہ بزبانِ حال خدائے ذوالجلال کی کبریائی کے گیت گاتے ہیں۔ اگر سیدالثقلین ﷺ کا وجودِ مبارک اور مٹی کی ایک دیوار ہر دونوں برابر تکوینی تسبیح وحیات سے موصوف ہیں تو یہ کیا حیات ہوئی؟

۱۱...... روح کی غذا صرف تلاوت کرنا اور تسبیح وتقدیس کہنا ہے، خلد بریں میں جنت کے فروٹ استعمال کرنا اس کا کام ہی نہیں۔ اگر روح کا تعلق جسدِ عنصری سے قطعاً کسی قسم کا نہیں تو وہاں کی کھجوریں اور انگور محض روح کیسے تناول فرمائے گا؟ بے شک وجودِ خاکی محسوس نظروں میں کھاتا پیتا نظر نہیں آئے گا۔ مگر عالمِ برزخ میں محض روح کے لئے جسمانی غذائیت مہیا ہونے کا کیا معنی؟

بہرحال ایک دانش مند ونصیحت پذیر مسلمان کے لئے فرمانِ خداوندی اور ارشادِ نبوی کے بعد تفحص وتجسس ترک کر کے ایمان بالغیب لے آنا ضروری ہے۔ عالمِ غیب کے مسئلوں کو عالمِ شہود پر قیاس کرنا اور نقل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

۱۲...... عالمِ ارواح جہاں ہر شخص کا روح موجود تھا اور بتایا ارواح اب بھی موجود ہیں وہاں کسی انسان کی روح کو غذا مہیا نہیں کی جاتی۔ البتہ جب وہ روح عالمِ دنیا میں وجودِ خاکی سے مرکب ہوتا ہے تو ''روح و وجود'' ہر دونوں اپنے اپنے حسبِ تقاضا رزق کھاتے ہیں۔

اگر بعد الوفات روح کا تعلق پیکرِ خاکی سے قطعاً نہیں ہوتا تو وہ پہلے کی طرح جب وہ عالم ارواح میں تھا، کیوں نہیں ہو جاتا؟

کھانا پینا، جنت کی سیر کرنا، نماز پڑھنا، حج کرنا اور تلبیہ پڑھنا، اب کیوں ہے؟ اس وقت پہلے عالمِ ارواح میں کیوں نہیں تھا؟ لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ روح جب بدن عنصری سے ترکیب دیا گیا تو اس کے حالات ولوازمات کیفیات ومقتضیات یکسر بدل گئے۔ اب بعد الوفات اگرچہ مستقر روح رفیقِ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس ہے مگر وہ بدنِ عنصری سے بالکل الگ تھلگ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ روح کا اتصال وتعلق فوق الادراک باقی ہے جس کی حقیقت خدا ہی جانتا ہے۔ جو لوگ پیدا ہونے کے بعد دنیا میں کافر رہیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا، اس وقت عالمِ ارواح میں ان کے روح موجود ہیں۔ مگر ان کو عذاب نہیں ہے۔ عذاب جب ہوگا، جب وہ دنیا میں آکر وجودِ عنصری میں پیوست ہو کر پھر خارج ہوں گے۔ اس لئے ہر نیک و بد انسان، کافر و مومن کا ''مستقرِ روح'' بھی علیحدہ ہے۔ مرنے کے بعد روح کو تو عذاب وثواب ہونا شروع ہو جاتا ہے مگر وجودِ عنصری کو عالمِ برزخ میں کیوں مہلت دی جاتی ہے؟ کیا اس لئے کہ روح کو خاکی وجود سے کوئی تعلق نہیں یا جسدِ عنصری بے قصور ہے؟ منکرین حیات اگر یہ جواب دیں کہ روح اور وجود ہر ایک کو علیحدہ عذاب ہوتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ خدائے یزدان جو ہر دونوں کو علیحدہ جزا وسزا دینے پر قادر ہے، کیا وہ قادرِ مطلق ہر دونوں کا تعلق برقرار رکھتے ہوئے عذاب وثواب نہیں دے سکتا؟

اہل سنت والجماعت کا مذہب ملاحظہ فرماویں

''قال الامام النووی رحمہ اللہ مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه الاَدِلّة من الكتاب والسنة قال الله تعالٰی: {اَلنّار يعرضون عليها غدوًّا وعشيًّا ويوم تقوم السّاعة ادخِلُوا آل فرعون اشدّ العذاب} واما الاحاديث فلا تحصٰى كثرة ولا مانع في العقل من ان يعيد الله الحياة في جزء من الجسد في الجميع علٰی خلاف بين الاصحاب فيثيبه ويعذّبه ولا يمنع من ذٰلک كون الميّت قد تفرقت اجزاه كما يشاهد في العادة اذا كله السباع والطّيور وحيتان البحر بشمول علم الله وتعالٰی وقدرته فان قيل نحن نشاهد الميّت علٰی حاله فكيف يسئل ويقعد ويضرب ولا يظهر اثر، فالجواب انه ممكن وله نظير في الشاهد وهو النائم فانّه يجد لذّةً والمًا يحسبه ولا نحسبه وكذا يجد اليقظان لذةً دائمًا يسمعه ويتفكر فيه ولا يشاهد ذٰلک جليسه وكذلک كان جبريل ياتي النبي صلّى الله عليه وسلم فيوحي بالقرآن المجيد ولا يراه اصحابه'' امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک عذابِ قبر ثابت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے دلائل پر زور موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فرعونی صبح وشام جہنم کی آگ پر پیش ہوتے ہیں اور قیامت کے دن آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اس بارے میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں اور عقل کے لئے بھی کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے کسی حصۂ بدن میں ایک خاص قسم کی حیات پیدا فرمادیں یا سارے بدن میں جس سے اس کو عذاب وثواب محسوس ہو رہا ہو، یہ کہ بعض وقت میت کا وجود بوٹی بوٹی ہو جاتا ہے، درندے کھا جاتے ہیں، پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کے پیٹ میں کچھ حصہ چلا جاتا ہے تو یہ بھی کوئی بعید نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم سب پر محیط ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم میت کو ایک ہی حال پر دیکھتے ہیں اس کو کس طرح بٹھایا جاتا ہے، مارا جاتا ہے اور

کس طرح پوچھا جاتا ہے؟ حالانکہ میت کے وجود پر کوئی اثر نظر نہیں آتا؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب ممکن ہے، ہم نیند کرنے والے کو دیکھتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے حالانکہ وہ نیند میں بعض وقت لذت یا درد محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح ایک زندہ انسان کبھی فکری طور پر لذت یا درد محسوس کرتا ہے مگر ہم اس کو محسوس نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت جبریل ؑ حضور ﷺ کے پاس قرآن مجید کی وحی لے کر آتے تھے اور اصحاب کرام مجلس میں موجود ہونے کے باوجود ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔''

منکرینِ حیات کا عذر

منکرینِ حیات و منکرینِ تعلقِ روح بجسد النبی ﷺ اگر یہ کہیں کہ ہم تعلق روح اس طرح مانتے ہیں کہ یہ روح فلاں جسد عنصری کی ہے، لہٰذا یہ بھی ایک گونہ تعلق ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ تو پھر ان سے سوال ہوگا کہ عالمِ ارواح کے تعلق اور عالمِ برزخ کے تعلق میں کیا فرق ہوگا؟ وہاں بھی اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ یہ روح فلاں پیدا ہونے والے انسان کی روح ہے۔ اس تعلق میں جو عالمِ ارواح کا ہے وجودِ عنصری کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور عالمِ برزخ کے ایسے تعلق میں بھی جو یہ لوگ مانتے ہیں وجودِ عنصری کا ہونا نہ ہونا برابر رہا۔ کیونکہ یہاں بھی تعلق کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ روح فلاں وجود کی ہے۔ پھر ایسا تعلق مان کر عوام کو دھوکہ دینا مقصود ہو تو بے شک ہو سکتا ہے۔ مگر اہلِ علم اور اہلِ بصیرت اس کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

سیدھی راہ

یہی ہے کہ روح پیغمبر ؑ کو حظیرۃ القدس، رفیقِ اعلیٰ اور علیین میں مقام پذیر مانا جائے اور آپ کے روح کا تعلق و اتصال اس پیکر معظم عنصری سے تسلیم کیا جائے جو روضۂ اطہر میں ہے جس کی حقیقت اور کنہ نہ ہم معلوم کر سکتے ہیں اور نہ ہم اس کی دریافت کرنے کے مکلف ہیں۔ شئونِ مصطفوی سے یہ ایک شان ہے، جس کو درک کرنا خاصانِ خدا کے لئے بھی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے (چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک) ہم جیسے تو گنبدِ خضراء کی پُرشکوہ عمارت اور دل آرا تعمیر کی منزلوں کی بلندی عروج بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ وہ سائبان جو محبوبِ رحمٰن، سید انس وجان ﷺ کی مزارِ انور پر سایہ فگن ہے نہ معلوم کتنے رحمتوں اور برکتوں کا حامل ہے۔ اسے دورِ حاضر کی بدبختی تصور کیجئے یا اہلِ بصیرت کی قحط کہ آج منبعِ فیوض اور مرجعِ خلائق ذاتِ رسول ﷺ کی قبر، روح اور وجود زیر بحث ہیں۔ کوئی ان کو مردہ کہتا ہے اور کوئی زندہ، کوئی خدا کا بنایا ہوا بت کہتا ہے اور کوئی عام گورستان میں مدفون میت، نبی پرستوں نے توحیدِ خدا کو خیر باد کہا اور ان خدا پرستوں نے توحید کے نام پر شرم وحیاء کا جنازہ نکال دیا۔

آنحضرت ﷺ جسمانی اور روحانی حیات سے موصوف ہیں

جسمانی حیات اس طرح کہ آپ ﷺ کا وجود مسعود ضریح منور و قبر مبارک میں تا قیامت محفوظ ہے اس میں کسی قسم کا تشنج، بالیدگی اور بوسیدگی نہیں ہے نیز آپ کے وجود سے روح مقدس کو خاص تعلق ہے۔ جو شہداء فی سبیل اللہ کی ارواح کے تعلق سے بدرجہا بالا و اعلیٰ اور اَتم ہے بلکہ اتصالِ روح اور اس کی ضیاء باریوں کا وہ غیر منقطع تعلق ہی آپ ﷺ کے وجود کے تحفظ کا باعث ہے۔ یہ روح پُرفتوح کے کامل اتصال اور مکمل اشراف کا نتیجہ ہے کہ

وجودِ عنصری پر یہ نوع حیات ظاہر ہو رہا ہے جو تا قیامِ قیامت اس کو تغیر سے محفوظ رکھے گا اور روحانی اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا روح مبارک حظیرۃ القدس میں ارواح انبیاء کی سیادت کر رہا ہے۔ مشاہدۂ جمالِ الٰہی میں محو و مستغرق ہے۔ نیز من جانب اللہ فیوض و علوم ہیں جو آپ ﷺ کی ذات پر مترشح ہو رہے ہیں اور رحمتوں اور برکتوں کا یہ لامتناہی سلسلہ آپ ﷺ کے درجات کو اقصیٰ عنایات کی طرف لے جا رہا ہے۔ کمالاتِ محمدی ﷺ کا یہ بحرِ متموج اس کو نظر آتا ہے جو آپ کو بعد الوفات زندہ مانتا ہے اور خود بھی زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔

انبساطِ روح

روح رسول اللہ ﷺ رفیق الاعلیٰ، حظیرۃ القدس اور علیین میں تشریف فرما ہوتے ہوئے روضہ شریف، قبر منیف اور جسد اطہر تک منبسط (یعنی پھیلا ہوا) ہے۔ جس طرح سورج اپنے وجود کو مستقر شمسی میں برقرار رکھتے ہوئے کرۂ ارض کے نشیب و فراز پر ضوء فگن ہوتا ہے اور اپنی حرارت و نور سے اشیاء نامیہ اور غیر نامیہ کو مستفید کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا روح۔ اب یہ سوال فضول ٹھہرا کہ ردّ روح سے تو موت و حیات کے سلسلہ کی تجدید ہوتی رہے گی۔ بس موت ایک تھی جو دنیا میں آ گئی اب حیات ہی حیات ہے۔ قیامت میں صرف اس کی نوعیت بدلے گی۔ یہ حیات اتصالِ روح سے ہے وہ حیات ادخالِ روح سے ہوگی۔

عالمین کی اقسام

روحِ انسانی جب بدنِ انسان سے متعلق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تین عالم مقرر فرمائے ہیں۔ عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت۔ پھر ہر عالم کے احکام و خواص اور ضوابط جداگانہ ہیں۔

عالم دنیا

عالمِ دنیا کے احکام انسان کے جسمِ عنصری سے تعلق رکھتے ہیں، جو کچھ ہاتھ اور زبان سے سرزد ہوتا ہے، احکامِ دنیوی کا تعلق بھی اسی سے ہوتا ہے۔ روحِ انسانی عالمِ دنیا میں بدن کے تابع ہوتا ہے۔ بظاہر سب تکلیف و راحت بدن کو ہوتی ہے۔ لیکن اس کے سبب سے روح بھی رنج و راحت میں شریک ہوتا ہے۔

عالم برزخ

عالم برزخ کے احکام سب کے سب متعلق بار وح ہوا کرتے ہیں۔ وجودِ عنصری روح کے تابع ہوتا ہے۔ عذاب و ثواب، خطاب و عتاب، غمی اور خوشی روح پر وارد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے وجود بھی شریکِ حال، ہوتا ہے۔ اس کی مثال آدمی کی نیند ہے۔ مثلاً دو انسان ایک چارپائی پر سوتے ہیں۔ ایک آدمی خواب میں نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا جنگ لڑ رہا ہے۔ جاگ ہونے پر نماز پڑھنے والا اپنے وجود میں طمانیت و سکون محسوس کرتا ہے اور میدانِ کارزار میں تیر و شمشیر چلانے والا دل میں گھبراہٹ، دماغ میں پریشانی، وجود میں لرزہ اور منہ میں خشکی محسوس کرتا ہے۔ بظاہر نمازی کو مسجد میں اور غازی کو میدانِ جنگ میں کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر عالمِ خواب کے اس مشاہدہ کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ برزخ اور بعث بعد الموت کا نمونہ ہر روز ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے۔

عالم برزخ کی مثال

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: نیند خواب ہے اور موت بھی ایک خواب ہے۔ مگر نیند کے خواب اور اس کی پریشانی سے جلدی نجات مل جاتی ہے۔ کیونکہ آدمی کو جب جاگ ہوگئی، تو پریشانی ختم ہوجاتی ہے اور موت کے خواب سے انسان کو جلدی نجات نہیں ملتی۔ اس خواب سے تو انسان قیامت میں ہی جاگے گا۔ اس طرح اچھے حالات سامنے ہیں تو راحت وخوشی بھی تا قیامت دیکھتا رہے گا۔ خواب عالمِ برزخ کا نمونہ ہے اور اس سے جاگنا بعث بعد الموت کی مثال۔

چنانچہ اس سلسلہ میں امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''إنّ اللہ سبحانہٗ جعل الدور ثلاثًا دار الدنیا و دار البرزخ و دار القرار و جعل لکل دار احکامًا تختص بھا۔ جعل احکام دار الدنیا علی الابدان و الارواح تبعًا لھا۔ و جعل احکام البرزخ علی الارواح و الابدان تبعًا لھا تجری احکام البرزخ علی الارواح فتسری نعیمًا او عذابًا کما تجری احکام الدنیا علی الابدان فتسری إلٰی ارواحھا نعیمًا او عذابًا و قد ارانا اللہ سبحانہٗ بلطفہ و رحمتہ و ھدایتہ من ذٰلک انموذجًا فی الدنیا من حال النائم فان ما ینعم بہ او یعذّب فی نومہ یجری علٰی روحہ اصلًا و البدن تبع لہ و قد یقوی حتی یوثر فی البدن تاثیرًا مشاھدًا فیری النائم فی نومہ انہ ضرب فیصبح و اثر الضرب فی جسمہ و یری انہ قد اکل او شرب فیستیقظ و ھو یجد اثر الطعام و الشراب فی فمہ و یذھب عنہ الجوع و الظمأ فاذا کانت الروح تتالم و تتنعم و یصل ذٰلک إلی بدنھا بطریق الاستباع فھکذا فی البرزخ بل اعظم فاذا کان یوم حشر الاجساد و قیام الناس من قبورھم سار الحکم و النعیم و العذاب علی الارواح و الاجساد ظاھرًا بادیًا اصلًا و متی اعطیت ھذا الموضع حقہٗ تبین لک ان ما اخبر بہ الرسول ﷺ من عذاب القبر و نعیمہ و ضیقہ و سعتہ و خمہ و کونہ حفرۃً من حفر النّار او روضۃ من ریاض الجنۃ مطابق العقل و انہ حق لا مریۃ فیہ و ان من اشکل علیہ ذٰلک فمن سوء فھمہ و قلّۃ علمہ'' اللہ تعالیٰ نے تین جہان بنائے ہیں: عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ عقبیٰ۔ ہر ایک کے احکام جدا ہیں۔ عالمِ دنیا میں سارے احکام ظاہری جسم پر جاری ہیں۔ روح اس کے ساتھ تابع ہے۔ عالمِ برزخ کے احکام روح پر نافذ ہوتے ہیں۔ بدن اس کے تابع ہوتا ہے۔ عالمِ برزخ میں نعمت و کلفت روح کو ہوتی ہے۔ جسم کو اس کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جس طرح عالمِ دنیا میں تکلیف و راحت اصل میں وجود کو ہوتی ہے مگر روح بھی اس میں شریک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ایک نمونہ ہمیں نیند میں دکھایا ہے کہ روح کو اصل میں تکلیف پہنچتی ہے تو وجود بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ بدن میں اس کی تاثیر ظاہر ہوجاتی ہے۔ مثلاً نیند کرنے والے کو مارا جاتا ہے اور اس کا اثر جاگ ہونے کے بعد وجود پر ظاہر ہوتا ہے۔ یا وہ شخص خواب میں کچھ کھاتا پیتا ہے اور کھانے پینے کا اثر اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی بھوک پیاس ختم ہوجاتی ہے۔ اب جس طرح نیند میں روح کے دُکھ اور خوشی کا اثر وجود کو پہنچتا ہے اس طرح عالمِ برزخ میں بھی روح کے عذاب و ثواب کا اثر وجود کو محسوس ہوتا ہے، عالمِ آخرت بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جب قیامت کے دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو نعمت و عذاب روح اور جسم ہر دونوں پر برابر ظاہر ہوگا۔ جب اس مقام پر کما حقہٗ ہم نے بیان کردیا تو اب تیرے لئے واضح ہوگیا کہ قبر کا عذاب، اس کی نعمتیں، تنگی و فراخی اور قبر کا دوزخ

کا گڑھا یا جنت کا باغ ہونا جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، بالکل عقل سلیم کے مطابق ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ باوجود اس کے جس کو سمجھ نہیں آتا وہ اس کی کم فہمی اور جہالت ہے۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۱۰۰)

نتیجہ بحث

امام ابن القیم رحمہ اللہ کی عبارت جو عقیدۂ اہل سنت والجماعت کی صحیح ترجمان ہے، سے صاف ظاہر ہے کہ وجود انسان قبر کی گہرائیوں میں مٹی کا ڈھیر یا پتھر کی چٹان کی طرح نہیں ہوتا بلکہ پردۂ غیب میں اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہے۔ ہمیں سمجھ نہ آسکے تو اپنے عقل، فہم کو ملامت کریں، قولِ رسول ﷺ پر شک ظاہر کرنا کھلی جہالت اور سراسر بے وقوفی ہے۔

معاملہ صاف اور تحقیق واضح ہونے کے بعد اب بھی کوئی گنجائش باقی ہے کہ سیّد ولدِ آدم ﷺ کی روح امام الارواح اور جسد اطہر امام الاجساد کے درمیان آپ کی ضریح منور اور قبر مشرف میں تعلق واتصال نہ مانا جائے؟

بلکہ جو اتصال، تعلق اور اشراف جناب ﷺ کی روح کریم کو آپ ﷺ کے وجود رحیم سے ہے، وہ تمام ارواح طیبہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی روحہٖ وجسدہٖ وسلم)

تشدد گروپ کا ہر فرد پڑھا ہوا ہو یا اَن پڑھ، سیدِ انس وجان ﷺ کے وجود سے روح کے اتصال وتعلق کا قطعاً قائل نہیں۔ اس مسئلہ میں ان کے ذہن میں اتنی غلاظت پیدا ہو چکی ہے کہ اس کو صاف کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔

قبر مبارک کے پاس حضور ﷺ بذاتِ خود صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں

سیّد ولد آدم، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے متعلق پوری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ آپ بعد وفات عند القبر الشریف سلام پڑھنے والے کا صلوٰۃ وسلام بذاتِ خود سنتے ہیں اور اگر قبر مبارک سے دور پڑھا جائے تو اللہ تعالٰی ملائکہ کرام کے ہاتھوں وہ درود وسلام آپ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ شرف وعزت، اعزاز واکرام، خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کو بخشا ہے۔ ہر جگہ سننا، ہر کسی کی سننا، ہر بات سننا اور جاننا صرف اور صرف اللہ واحد لاشریک لہٗ کا کام ہے۔ کوئی ملک مقرب یا رسولِ مرسل اس کی کسی صفت میں نہ شریک ہے اور نہ شرکت کا مدعی ہے۔ حضرت جبریل ہو یا حضرت خلیل ہو اپنے اللہ کے آگے دونوں محتاج محض ہیں۔ اس طرح حضرت روح اللہ اور جناب کلیم اللہ علیہم السلام بھی اس بے نیاز کے نیاز مند ہیں۔ مگر شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفٰی ﷺ اللہ کی مخلوق، جن وانس اور ملائکہ سب پر فضیلت رکھتے ہیں لیکن درِ دولت خداوندی پر آپ کی بندگی، عاجزی اور سجدہ ریزی کی کوئی انتہاء نہیں۔ آپ کی ذات اور آپ ﷺ کے شئون وصفات سب کے سب عطاء الٰہی ہیں۔ یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ پوری اُمت بلاچون وچرا آپ کی مزار انور کے قریب صلوٰۃ وسلام کے سماع کی قائل ہے۔ علمِ حدیث کے رجال اور نقد ونظر کے غواص اس مسئلے میں سب کے سب متفق نظر آتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں ایک عالم جس کے علم کا اعتبار ہوا ایسا نظر نہیں آتا جو حضور کریم ﷺ کے درود وسلام کے سماع عند القبر الشریف کا قائل نہ ہو۔ حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی تمام اہلِ علم اس مسئلہ پر متفق نظر آتے ہیں۔

اس بارے میں دو حدیثیں ہیں جن کو محدثین نے اپنی کتابوں میں درج فرما کر روایت کیا ہے۔ ان کی تخریج حدیث بعینہٖ توثیق حدیث ہے۔ پھر اُمت کا ان کو عملاً قبول کرنا یہ بہت بڑی تقویت ہے۔

پہلی حدیث

''قال رسول اللہ ﷺ: من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ و من صلّٰی علیّ نائیا أبلغتہ'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر میری قبر شریف کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان: مشکوٰۃ ص ۸۷)

وہ محدثین کرام جنہوں نے اس روایت کو بیان کیا

۱...... امام بیہقی رحمہ اللہ...... نے شعب الایمان میں یہ حدیث بیان فرمائی۔

۲...... ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ...... نے اپنے مسند میں یہ حدیث نقل فرمائی۔

۳...... علامہ عقیلی رحمہ اللہ...... نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

۴...... امام طبرانی رحمہ اللہ...... نے اس روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

۵...... ابوالشیخ رحمہ اللہ...... نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۶...... ابن حبان رحمہ اللہ...... نے یہ روایت حدیث فرمائی ہے۔

۷...... خطیب بغدادی رحمہ اللہ...... نے اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔

۸...... امام ولی الدین تبریزی رحمہ اللہ...... نے مشکوٰۃ میں یہ روایت درج کی ہے۔

محمد بن مروان کی وجہ سے حدیث پر اعتراض

اس حدیث کی سند میں محمد ابن مروان ''سدی صغیر'' راوی ہے، جس کے متعلق محدثین خصوصاً اصحاب الجرح والتعدیل نے یہ کہا ہے کہ وہ جھوٹا ہے قابلِ اعتماد نہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے جو قابلِ قبول نہیں۔ لہٰذا در بارہ سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے لئے حجت نہیں بن سکتی۔

جواب: روایت کے کئی طرق ہیں۔

اس حدیث کی روایت کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو عندالمحدثین غلط راوی ہے۔ باقی طرق صحیح ہیں۔ حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی نے مکتوب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ میں لکھا ہے، بلفظہٖ لکھا جاتا ہے:

شہادت نمبر ۱: محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ شرح مواہب لدنیہ میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ وحیز میں، امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفاء میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ملائکہ سیاحین کی روایت کو درج کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کے بعض طرق پر جید کا حکم دیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس کے اور شواہد کو ظاہر کیا ہے۔ ہاں! ابن عبدالہادی نے جس روایت پر کلام کیا ہے وہ ہے جس میں محمد بن مروان واقع ہے۔ وہ ضعیف ہے نہ کہ جملہ طرق۔ خوب سمجھ لیا جائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی ص ۲۳۰)

امام بیہقی، قاضی عیاض، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ حدیث دوسرے طریقوں سے صحیح ہے۔ ماسواء اس ایک طریق کے جس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے۔

شہادت نمبر ۲: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی اپنی عبارت: ''واخرجهٗ ابو الشیخ فی کتاب الثواب (ای ثواب الاعمال) بسند جید بلفظ مَن صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علیَّ نائیًا ابلغتهٗ'' ابوالشیخ نے کتاب (ثواب الاعمال) میں سند جید کے ساتھ یہ حدیث نکالی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص میری قبر کے قریب مجھ پر سلام پڑھتا ہے، میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے، وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔'' (فتح الباری ج:۱ ص۴۷۹)

شہادت نمبر ۳: علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی کی عبارت: ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ'' میں یہ حدیث نقل فرما کر مفصل جواب درج فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو): ''حدیث مَن صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علیَّ نائیًا وکل اللہ بها ملکًا یبلغنی وکفی امر دنیا واخرته وکنت له شهیدًا وشفیعًا (خط) من حدیث ابی هریرة ولا یصح فیه محمد بن مروان وهو السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لهٰذا الحدیث (تعقب) بان البیهقی اخرجه فی شعب الایمان من هٰذا الطریق وتابع السدی عن الاعمش فیه ابو معاویة اخرجه ابو الشیخ فی الثواب (قلت) وسنده جید کما نقله السخاوی عن شیخه الحافظ ابن حجر واللہ اعلم!'' جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھے میں سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھے فرشتہ مؤکل مجھ تک پہنچاتا ہے اور وہ شخص دنیا اور آخرت میں کفایت کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو غیر صحیح ہے۔ اس میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے، علامہ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث بے اصل ہے۔ (جواب) یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نکالا ہے وہاں مروان سدی کا متابع ابو معاویہ ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے۔ ابوالشیخ نے (ثواب الاعمال) میں یہ سند نکالی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سند جید ہے جیسا کہ علامہ سخاوی نے اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ ج۱ ص ۳۳۵)

صاحب التنزیہ نے اس روایت کو بالکل صحیح فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ حدیث بالکل صحیح السند ہے اور صحیح المتن ہے۔

شہادت نمبر ۴: دیگر شواہد: صاحب کتاب تنزیہ الشریعۃ اس حدیث کے صحیح ہونے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند روایات سے شہادت پیش فرماتے ہیں: ''وله شواهد من حدیث عبداللہ ابن مسعودٍ وعبداللہ ابن عباسٍ وابی هریرة اخرجها البیهقی ومن حدیث ابی بکر الصدیق اخرجه الدیلمی ومن حدیث عمار اخرجه العقیلی'' اس حدیث کے صحیح ہونے پر کئی شہادتیں موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، ابوبکر صدیق اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کی حدیثیں جن کو بیہقی، دیلمی اور عقیلی نے نکالا ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ ص ۳۳۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت عبادلہ ثلاثہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس، حبر الامت کی روایتیں نیز حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کی روایتیں جب اس حدیث کی شہادت دیں تو اب انکار و اصرار کی کیا گنجائش باقی ہے؟

شہادت نمبر ۵: مذکورہ شواہد کی توثیق: قرونِ وسطیٰ کے فائق الاقران، محدث امام اور مجتہد مفسرِ قرآن اور رجالِ حدیث کے پیشواء حضرت علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ نے اس حدیث اور اس کے شواہد کے متعلق اپنی تحقیق ثبت فرمائی ہے۔ ایک منصف مزاج اور معتدل انسان کے لئے ایسے امام کی توثیق وتصدیق کافی ہے۔

''حدیث من صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ حدیث جیّد و لهٗ شواهد ثابتة'' حضور ﷺ کی یہ حدیث کہ جو شخص، میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں، یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی سند مضبوط ہے اور اس کے شواہد ثابت ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ج ۴ ص ۳۰۴)

شہادت نمبر ۶: حضرت مولانا قاضی نور محمد (قلعہ دیدار سنگھ): قاضی صاحب مرحوم حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کے امیر اول تھے۔ مولانا عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفہ ابراہیمیہ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں (ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ) حدیث سماع کا ذکر تھا، یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ: ''من صلّی علیَّ عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علیَّ نائیًا ابلغتهٗ . . . ''

تو قاضی صاحب فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارے میں ملّا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ، علامہ سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ (فیوضات حسینیہ، تحفہ ابراہیمیہ ص ۳۶)

شہادت نمبر ۷: مولانا علی القاری رحمہ اللہ کی شہادت: حدیث من صلّی علی عند قبری کے متعلق حضرت علی القاری رحمہ اللہ اپنے الفاظ میں توثیق فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' (مرقات ج ۲ ص ۳۴۷)

وہ علماء محدثین اور ائمہ اسلام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے:

(۱) امام بیہقی (محدث) رحمہ اللہ
(۲) امام طبرانی (محدث) رحمہ اللہ
(۳) امام ابن تیمیہ (محدث) رحمہ اللہ
(۴) امام ابن قیم (محدث) رحمہ اللہ
(۵) علامہ سیوطی (محدث) رحمہ اللہ
(۶) علامہ عقیلی (محدث) رحمہ اللہ
(۷) علامہ سخاوی (محدث) رحمہ اللہ
(۸) ابوبکر ابن شیبہ (محدث) رحمہ اللہ
(۹) خطیب بغدادی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۰) ابن حبان (محدث) رحمہ اللہ
(۱۱) ابو الشیخ (محدث) رحمہ اللہ
(۱۲) قاضی عیاض (محدث) رحمہ اللہ
(۱۳) علامہ زرقانی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۵) علامہ ابو الحسن علی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۶) مولانا حسین احمد مدنی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۷) مولانا قاضی نور محمد (محدث) رحمہ اللہ
(۱۸) مولانا نجم الدین اصلاحی (محدث) رحمہ اللہ
(۱۹) امام ولی الدین تبریزی صاحب المشکوٰۃ (محدث) رحمہ اللہ (۲۰) ملا علی القاری صاحب المرقاۃ (محدث) رحمہ اللہ

خلاصہ وتنبیہ

جب ایک واعظ کسی حدیث کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے اس کے راوی جھوٹے ہیں۔ یہ روایت من گھڑت قصہ ہے اور موضوع ہے تو سننے والا شش و پنج میں پڑ جاتا ہے اور بعض اوقات ایک اَن پڑھ اور علمِ دین سے کورا آدمی حدیثِ رسول ﷺ کے متعلق بے ہودہ الفاظ بکنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی اس دور کی بڑی مصیبت ہے کہ عالمِ برزخ کے پیچیدہ مسائل اور علم حدیث واسنادِ حدیث کے عقدے اور مغلقات بجائے درس وتدریس کے عام سٹیجوں پر عوام کالانعام کی لغت میں حل کئے جاتے ہیں۔ جس بات کو کوئی پسند کرتا ہے وہ اسے اپنا نظریہ کہتا ہے۔ پھر اس نظریے کو اصولِ دین میں داخل کر کے اپنے مخالف کو کافر کہتا ہے، گویا یہ کفر کا نتوئی نظریاتی وجذباتی ہوتا ہے۔

حدیث من صلّی عَلَیَّ میں سدی صغیر کے علاوہ اور طرق

حدیث من صلی علی عند قبری سمعتہٗ کی سند میں ایک راوی محمد بن مروان ہے جو عند المحدثین صحیح نہیں ہے، مگر دوسرے طرق سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے جس کو ائمہ حدیث اور علماء ثقات نے تسلیم کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری روایت سے اس کی شہادتیں بھی مکمل ہو چکی ہیں۔ پھر اُمت کے سلف اور خلف تمام اس حدیث کے مطابق ایک حدیث رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ عند القبر الشریف درود وسلام بذاتِ خود سنتے ہیں۔

مسائل میں اختلاف کا یہ طریقہ کہ: ''حدیث جھوٹی اور اُمت کافر ہے۔'' صرف پاکستان خصوصاً پنجاب میں تشدد گروپ کے ذہن کی پیداوار ہے۔

توحید باری تعالیٰ کو بیان کرنے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کا نام دنیاء اسلام میں ضرب المثل ہے۔ ہمارے دور کے محقق ان کے علم کی جولانی اور بحرِ بے ساحل کی روانی کو یک نظر دیکھنے کی تاب بھی نہیں رکھتے۔ وہ موجیں یہ حباب، وہ سمندر یہ سراب، وہ حقیقت یہ خواب...... چہ نسبت خاک را بعالم پاک!

مگر وہ علم وفن کے آفتاب جب سماع والی حدیثوں سے گزرتے ہیں تو بڑے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ: ''حدیث جید ولہٗ اسناد جید'' یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اسناد بھی صحیح ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ آسمانِ علم کا وہ درخشندہ ستارہ ہیں جس کی روشنی سے ہر طالبِ حدیث حصہ حاصل کرتا ہے۔ فنِ حدیث وعلمِ رجالِ حدیث میں وہ یکتاء روزگار بھی صلوٰۃ وسلام کے سماع والی حدیث کی سند کو جید اور صحیح مانتے ہیں۔ نیز جن محدثین کرام نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے، اگر یہ حدیث من گھڑت قصہ ہوتی تو تمام محدثین اتنی بڑی علمی خیانت ہرگز نہ کرتے اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ وہ محدثین کرام تمام کے تمام ''اسنادِ حدیث'' سے بے خبر محض تھے۔ تشدد گروپ حضور ﷺ کو عام میت بھی تصور کرلیں، جب بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا عقیدہ شرک قطعاً نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو لوگ عام موتی کے سماع کے قائل نہیں وہ قائلینِ سماع موتی عند القبر کو کافر ہرگز نہیں کہتے اور نہ یہ عقیدہ ونظریہ کافرانہ ہے۔ جمہور اُمت کے خلاف عقیدہ رکھنا اور اپنے نظریہ کو ساری اُمت پر مسلط کرنا، مزید برآں اس من گھڑت اور پسر نامعلوم تحقیق کے مخالف کو کافر کہنا، مسلمانوں پر ظلم عظیم

ہے۔ بددیانتی کے کئی شعبے ہیں، سب سے زیادہ خطرناک یہ کاروبار ہے جس میں اُمتِ رسول ﷺ کے لئے اسباب ہدایت میسر کرنے کی بجائے ان کو کفر کی طرف دھکیلنے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ہے۔ اب ایک صاحب نظر انصاف کرنے میں تامل نہیں کرے گا کہ وہ ایسے مفتیوں کو فریب خوردہ کہے۔ ''جہل مرکب'' جس کو منکرین حیات و منکرین سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر ذوقِ سلیم اور علم لدنی تصور کرتے ہیں، ایک ایسا اقدام ہے جس سے اَسلاف امت کی تحقیق سے اعتماد و اعتبار اُٹھ جائے گا۔ پھر آئے دن ایک نئے فتنے کا آغاز متوقع ہوگا جس کی سمجھ میں آئے گا وہ اسے تحقیق انیق اور معلومات خضری کہے گا۔

برین عقل و دانش بباید گریست

دوسری حدیث

''قال رسول اللہ ﷺ: ما من احدٍ یسلّم علیَّ اِلّا ردَّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردَّ علیہ السلام'' (مشکوٰۃ ص۸۶، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ) ''حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میرے روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

وہ محدثین جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا

(۱) امام ولی الدین تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف میں روایت کیا۔
(۲) امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ابوداؤد شریف میں روایت کیا۔
(۳) امام بیہقی رحمہ اللہ نے الدعوات الکبیر میں روایت کیا۔
(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد میں روایت کیا۔

محدثین کرام کا اتفاق واتحاد

یہ حدیث صحاح ستہ کی روایت ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو تحریر فرمایا ہے۔ تمام ائمہ حدیث اور علماء اُمت اس حدیث کو بے چون و چرا تسلیم کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صاف ہے کہ جو شخص حضور کریم ﷺ کی مزار شریف وقبر منیف کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ اس کو سن کر جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بالکل واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ائمہ اسلام نے حضور ﷺ کی مزار مبارک کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بارے میں اس روایت کو سند پکڑا ہے۔ آنحضرت ﷺ قبر مبارک کے قریب سے سلام بذاتِ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قائلین سماع کی عبارات ملاحظہ ہوں:

ا...... امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو امام و مجتہد اور اپنے دور کے فائق الاقران مفسر قرآن ہیں۔ علم حدیث میں آپ کا وہ مقام ہے کہ جس حدیث کے متعلق وہ فرمادیتے ''مجھے اس کا علم نہیں''، محدثین اس روایت کو چھوڑ دیتے تھے۔ وہ صلوٰۃ وسلام کے سماع عندالقبر کے قائل ہیں۔ کئی کتابوں میں آپ نے بلا تامل اس کو ذکر کیا ہے۔

''فاخبر انه يسمع الصلوٰة والسلام من القريب وانه يبلغ ذٰلک من البعيد'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریب سے پڑھا ہوا سلام میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا جائے وہ پہنچایا جاتا ہے۔

''اذ كان يسمع السلام عليه من قريب ويبلغ سلام البعيد وقد احتج احمد وغيره بالحديث الذى رواه ابو داؤد واحمد بأسناد جيد من حديث حيوة بن شريح المصرى حدثنا ابو ضعر عن يزيد ابن قسيط عن ابى هريرة عن رسول الله ﷺ انه قال: "ما من مسلم يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى حتى اردّ عليه السلام" وعلى هٰذا الحديث اعتمد الائمة فى السلام عليه عند قبره صلوات الله عليه وسلامه'' اس لئے کہ آنحضرت ﷺ قریب سے درود وسلام خود سنتے ہیں اور بعید سے سلام پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور دوسروں نے اس حدیث سے جس کو امام ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے حجت پکڑی ہے۔ اس حدیث کا اسناد جید ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے اور میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث پر ائمہ اسلام نے اعتماد کیا ہے حضور ﷺ کی قبر شریف کے قریب درود وسلام پڑھنے کے بارے میں۔ (قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۸۳)

''واكثر ما اعتمده العلماء فى الزيارة قوله فى الحديث الذى رواه ابو داؤد "وما من احد مسلم يسلم علىّ إلا ردّ الله علىّ روحى حتى اردّ عليه السلام"''

وہ چیز جس کے اوپر علماء نے زیادہ اعتماد کیا ہے، وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ فرماتے ہیں حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۴...... امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امام ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ اپنے دور کے یکتائے روزگار محدث اور جلیل القدر مفسر ہیں۔ امام ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور آپ کے علوم و معلومات کے حامل ہیں۔ اپنی کئی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف کے پاس سلام سنتے ہیں۔

''هٰذا مع القطع بأن روحه الكريمة فى الرفيق الاعلىٰ فى اعلىٰ عليين مع ارواح الانبياء وقد صح عنه انه رأى موسىٰ علیہ السلام قائما يصلى فى قبره ليلة الاسراء ورأه فى السماء السادسة او السابعة فالروح كانت هناک ولها اتصال بالبدن فى القبر واشراف عليه وتعلق به بحيث يصلى فى قبره ويرد سلام من سلّم عليه وهى فى الرفيق الاعلىٰ'' یہ اس یقین سے کہ آپ کی روح کریم رفیق اعلیٰ مقام اعلیٰ علیین میں ہے دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور آپ سے صحیح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ روح مبارک ''علیین'' میں ہے اور اس کو بدن شریف سے اتصال ہے اور تعلق ہے اور اس پر پرتو ڈالے ہوئے ہے۔ اس طرح کہ آنجناب اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام عند القبر پڑھنے والے کو بذات خود جواب عنایت فرماتے ہیں۔ حالانکہ روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ج ۱ ص ۶۹)

تنبیہ: روح مبارک کی حقیقت وحالات ماسواء خالق کائنات کے کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ ہمارے حواس اس کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔ عوام تو درکنار علماء بھی اس معرکۃ الآراء مسئلے میں مغالطے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ الا من شاء اللہ ا ضابطہ یہ ہے کہ جو کچھ شارع علیہ السلام نے عالمِ برزخ کے متعلق فرمادیا ہے، وہ بلا چون و چرا تسلیم کر لینا ضروری ہے۔ علماء راسخون نے جولکھا ہے وہ ان کے فہم راسخ اور ذخیرۂ معلومات کے بحر بے ساحل کی ایک موج ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی خاص عطاء ہے وہ جس کو ممنون فرمادے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ کی یہ عبارت درحقیقت ایک عقدہ کشائی ہے جو اہل علم کے نزدیک امام مذکور کا علمی شاہکار ہے۔ حضرت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انبساط کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمارہے ہیں کہ آپ کی روح مبارک باوجودیکہ جسد معظم و وجود مسعود مطہر سے متصل و متعلق ہے مگر اس کا مستقر اعلیٰ علیین میں ہے وہ اس سے جدا نہیں ہے۔ گویا علیین سے روضہ اطہر و جسد منور تک اس کا پھیلاؤ ہے۔ نہ جسد مطہر کے تعلق سے رفیق اعلیٰ سے بیزار ہوتی ہے اور نہ مستقرِ روح میں قرار پذیر ہونے سے آپ کے جسد مبارک سے دور رہتی ہے۔ روحِ سرورِ کائنات و فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجوں کا یہ پھیلاؤ اور مرکز عظیم کے نور عمیم کی شعاعوں کا یہ تمدد اگر کسی محض عقل و رائی کے مقلد اور اور ظاہر بین متعصب کی سمجھ میں نہ آسکے تو بجائے انکار حقیقت کے اپنی رائی و دانش کو ہی ملامت کرے۔ وہ لوگ جو لفظ حدیث ردّ اللہ علیّ روحی سے لاتعداد موتیں اور حیاتیں ثابت ہونے کا استحالہ پیش کر کے سماع صلوٰۃ و سلام کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے امام ہمام کی یہ تحقیق و تطبیق تحفۂ ناصحہ ہے یا تازیانۂ عبرت۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ عالمِ اسلام میں وہ شخصیت ہیں جن کا وجود محتاج تعارف نہیں۔ علمی معلومات کا وہ بحر ذخار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: ''اما الروح بنفسھا تنزل وکذلک رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء فی لیلۃ الاسراء فی السمٰوات۔ الصحیح انہ فیھا الارواح فی مثل الاجسام مع ورود انھم احیاء فی قبورھم یصلّون وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیا ابلغتہ۔'' اخرجہ البیھقی فی الشعب من حدیث ابی ھریرۃ'' روح بذاتِ خود اترتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا، صحیح یہ ہے کہ وہ ارواح ہی جسم کی شکل میں موجود تھے۔ ساتھ یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: جو شخص میری قبر کے قریب درود و سلام پڑھتا ہے میں اس کو بذاتِ خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ امام بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔''

(شرح الصدور ص ۱۰۰، بشری الکئیب بلقاء الحبیب ص ۱۲۷، ۱۲۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ صاف نقل فرمارہے ہیں اور حدیث کے حوالے سے ثابت کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے قریب بذاتِ خود صلوٰۃ و سلام سماعت فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور دوسری حدیث میں ہے کہ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا اور جواب دینا حدیث پاک کی نص صریح سے ثابت ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک محدث اور مؤرخ ہیں۔ آپ کی تالیفات اسلامی کتب خانوں میں زینت کتب ہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے بیان میں آپ کی شہرہ آفاق تالیف ''انسان العیون'' المعروف بہ ''السیرۃ الحلبیہ'' میں رقمطراز ہیں: ''ومنہ قولہ ﷺ ما من احد یسلم علیَّ اِلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی ارُدَّ علیہ السلام'' اس سے ہے نبی علیہ السلام کا وہ قول جو آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح مبارک کو اعادہ فرماتا ہے، حتیٰ کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۹۲)

اس مقام پر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مزید فائدے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے: ''ای الاقوی تعلق روحی وذلک اکراما لهذا المسلم حیث لا یردّ علیہ سلامہٗ اِلا وقد قوی تعلق روحہ الشریفة بجسدہ الشریف'' یعنی میرے روح کا میرے جسد مبارک سے قوی تعلق ہو جاتا ہے اور یہ سلام پڑھنے والے کی عزت کے لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روح کریم کا تعلق آپ ﷺ کے وجود مبارک سے بہت قوی ہو جاتا ہے۔ (انسان العیون: ج ۲ ص ۱۹۲)

امام علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف حضور کریم ﷺ کے صلوٰۃ وسلام سننے کا ذکر فرمایا ہے بلکہ بوقت درود وسلام آپ ﷺ کے روح پاک کا تعلق قوی تر اور آپ کی توجہ تمام تر کا ثبوت بھی حدیث سے فراہم کر دیا ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ چار سو سال پہلے کے وہ مشہور محدث اور عرب و عجم کی معروف شخصیت ہیں جن کا علم وافادہ علماء و حکماء میں مسلم ہے۔ اپنی عظیم تالیف المرقات شرح المشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: ''وفیہ اشارۃ إلی حیاتہ الدائمة وفرحہ ببلوغ سلام أمة کاملة وایماء إلی قبول السلام حیث قبلتہ الملائکة وحملة إلیہ علیہ السلام وسیأتی انہ یردّ السلام علی من سلم علیہ'' اس حدیث میں اشارہ ہے آپ ﷺ کی حیات دائمہ کی طرف اور اُمت کی طرف سے سلام پہنچنے پر خوش ہونا اور جب فرشتے سلام کو پہنچاتے ہیں تو آنحضور ﷺ اس کو قبول فرماتے ہیں اور عنقریب وہ حدیث آئے گی کہ آنجناب ﷺ عند القبر سلام کا بذاتِ خود جواب دیتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

''وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ: ما من احد یسلّم علیَّ اِلّا ردّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو اعادہ فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کے بارے میں فرمایا تھا کہ عنقریب آئے گی وہ یہی حدیث ہے۔

''(ای اقول وعلیک السلام) قال القاضی لعل معناہ ان روحہ المقدسة فی شان ما فی الحضرۃ الإلهیة فاذا بلغہ سلام احد من الأمة ردّ اللہ تعالی روحہ المطهرة من تلک الحالة إلی ردّ من سلم علیہ'' یعنی حضور ﷺ ''وعلیک السلام'' فرماتے ہیں۔ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مطہرہ بارگاہِ الٰہی میں مستغرق فی المشاہدہ ہوتی ہے جب کسی اُمتی کا سلام پہنچتا ہے تو آنحضرت ﷺ کی روح اس طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۴۱)

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ دوسری حدیث میں لفظ سَمِعْتُهٗ کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: أی سمعًا حقیقیًا بلا واسطۃ یعنی میں صلوٰۃ وسلام کو عند القبر الشریف بذات خود سنتا ہوں، سماع حقیقی جو کسی واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام حضور ﷺ تک ملائکہ کرام کے واسطہ سے پہنچایا جاتا ہے اور عند القبر پڑھا ہوا سلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ کی روح مبارک بھی سلام پڑھنے والے کی طرف ملتفت ومتوجہ ہوتی ہے۔

امام ابن کثیر مفسر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آٹھویں صدی ہجری کے وہ مفسر قرآن اور محدث اعظم جو امام ابن کثیر کے نام سے مشہور ہیں آپ کے بعد کا کوئی مفسر نہیں جس نے کم وبیش آپ کے فیوض علمی سے استفادہ نہ کیا ہو، اپنی تفسیر میں جو ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے، ایک لطیف ضابطہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ چونکہ شافعی مسلک کے تمام علماء انبیاء علیہم السلام کے سماع کے علاوہ عام موتی کے سماع کے بھی قائل ہیں، اس لئے انہوں نے فرمایا ہے کہ سماع موتی سے مراد ہر شخص کی ہر بات کا سماع نہیں بلکہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے وہ جب چاہے جتنا قدر اور جس کو چاہے دنیا والوں کی کلام سنا دیتا ہے۔

''ولکن اللہ یسمع الاموات اصوات الاحیاء إذا شآء'' اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے مُردوں کو زندہ لوگوں کی آواز سنا دیتا ہے۔'' (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سردار دو عالم ﷺ کی کلام کا اشارہ اسی طرف ہے کہ ہر شخص کی ہر بات سننا اور دور قریب سے سماعت کرنا میرا کام نہیں بلکہ خاص بات کہ صلوٰۃ وسلام ہو اور مکانِ خاص کہ عند القبر ہو۔ اس صورت میں مشیت ایزدی یہی ہے کہ میں التفاتِ روحانی کروں اور زائر کو جو عند القبر صرف صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے جواب دوں۔

''تشدد گروپ'' اس کا مطلب نہیں سمجھے اور اعتراض کرتے ہیں کہ مشیت ایزدی ہمیں معلوم نہیں کب ہو کس کے لئے ہو؟ عام مُردوں کی بات نہیں معاملہ خاتم الانبیاء، نبیٔ رحمت ﷺ کا ہے۔ انہوں نے تو فرمایا ہے کہ جب کوئی مسلم میری قبر کے پاس سلام پڑھتا ہے تو مشیت ایزدی اور ضابطۂ الٰہی یہ ہے کہ وہ جل شانہٗ میری روح کو اس کی طرف متوجہ فرماتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اب آنحضرت ﷺ کا سننا اور جواب مرحمت فرمانا ایک خاص ضابطہ سے ثابت ہو گیا۔ وہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ عند القبر، سلام پڑھنے والے کو جوابِ سلام مرحمت فرماتے ہیں۔ ہر کسی کی ہر بات نہیں سنتے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سید الطائفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء ہند کے سرخیل ہیں۔ آپ کی تصنیفات اقوامِ مغرب کی لائبریریوں میں (بھی) زینتِ کتب ہیں۔ آپ کا گھرانہ ''ہمہ آفتاب'' نظر آتا ہے۔ علماء دیوبند کے اکابر واصاغر کے پاس جو کچھ متاع علم ہے وہ سب کا سب خانوادۂ ولی اللہی کی بدولت ہے۔ حضرت موصوف اپنی شہرۂ آفاق تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں: ''وارواح الکمل إذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا

یھزھا ارادۃ متجددۃ و داعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمۃ فیجلب منھا نورا و ھیئۃ مناسبۃ بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ ﷺ ما من احد یسلم علیَّ الا ردَّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی ارد علیہ السلام وقد شاھدت ذالک مالا احصی فی مجاورتی المدینۃ سنۃ الف ومأۃ واربع واربعین ''اور کاملین کی روحیں جب اپنے جسموں سے جدا ہوتی ہیں تو ان کی حالت رُکی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہے کہ ان کو نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب حرکت نہیں دے سکتا۔ لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں قصد کر کے ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور نور اور ہیئت جو ان کے مناسب ہوتی ہے ان ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی اس حدیث سے یہی مراد ہے: ''جو شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر اعادہ کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' سنہ ۱۱۴۴ ہجری میں جب میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا تو بے شمار مرتبہ میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۴)

حضرت امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو سننے اور جواب دینے سے مزید اپنا ''کشفی مشاہدہ'' بھی پیش فرما رہے ہیں۔ ایک بار نہ بے شمار مرتبہ کی بات بیان کر رہے ہیں۔

آپ کے فرمان سے تعلقِ روح، انبساطِ روح اور سماعِ صلوٰۃ وسلام نیز سلام کا جواب دینا بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کیا ایسا فقیہ و محدث، مجتہد فی المذہب اور متکلم بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ سلام عند القبر سننا اور جواب دینا من گھڑت قصہ ہے؟ اس پر مزید یہ کہ اپنا ذاتی مشاہدہ بھی سپردِ قلم فرما دیا۔

علامہ السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خاتم المحققین السید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وحیاۃ نبینا ﷺ اکمل واتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام وخبر ''مامن مسلم یسلم علیَّ الا ردَّ اللہ علیَّ روحی حتّٰی ارد علیہ السلام'' محمول علی اثبات اقبال خاص والتفات روحانی یحصل من الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ الی عالم الدنیا وتنزل الی عالم البشریۃ حتّٰی یحصل عند ذلک ردُّ السلام۔ ثم انَّ تلک الحیاۃ فی القبر وان کانت یترتب علیھا بعض ما یترتب علی الحیاۃ فی الدنیا۔ المعروفۃ لنا من الصلوۃ والاذان والاقامۃ وردّ السلام المسموع ونحو ذٰلک الا انھا لا یترتب علیھا کل ما یمکن ان یترتب علی تلک الحیاۃ المعروفۃ ولا یحسبھا ولا یدرکھا کل احد ''اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے زیادہ کامل اور تمام ہے اور حدیث ما من مسلم... الخ! آپ کی توجہ مخصوص اور التفاتِ روحانی پر محمول ہے جو نبوی حضور سے عالمِ دنیا اور عالمِ بشریت کی طرف حاصل ہوتی ہے جس سے سلام پڑھنے والے کو اس کے سلام کا جواب ملتا ہے۔ پھر یہ قبر والی حیات گو بعض چیزیں حیات دنیوی کی اس پر مرتب ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز، اذان، اقامت اور صلوٰۃ وسلام سن کر اس کا جواب دینا وغیرہ۔ مگر تمام کی تمام وہ چیزیں جو دنیوی حیات پر مرتب ہوتی ہیں وہ اس حیاتِ برزخی پر مرتب نہیں ہوں گی۔ نہ وہ حیات محسوس ہوتی ہے اور نہ ہر شخص اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶)

علامہ سید محمود آلوسی مفتی عراق و بغداد صاحبِ تفسیر روح المعانی نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور آپ ﷺ کے لئے نماز، اذان، اقامت جس طرح باقی انبیاء کے لئے ہے وہ بھی ثابت ہے۔ خصوصاً سلام عند القبر الشریف کا سننا اور جواب دینا بھی محقق ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ حیات قبر وحیات برزخی تمام صفات میں اس حیات دنیوی کی طرح نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو وہاں کی حیات ان محسوس آنکھوں سے نظر نہیں آتی تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہاں کوئی حیات ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں، عندالقبر الشریف درود وسلام سنتے ہیں، جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور جو وظائف عبدیت نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں وہ ہمارے حواس وادراکات سے بالاتر ہیں۔ ہم ایمان رکھنے کے مکلف ہیں کیفیت کی کھود کرید کرنا مسلمان کا کام ہی نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے فقیہ ومحدث علماء میں سے ہیں۔ علماءِ دیوبند کی مرکزی شخصیت ہیں۔ ''فتاویٰ رشیدیہ'' جس میں آپ کے فتوے جمع کئے گئے ہیں۔ آپ کا ایک مسئلے کے جواب میں یوں ارشاد ہے: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ کامل ج ا ص ۱۱۲)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے بارے میں اُمت کا کوئی اہلِ علم مخالف نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع عندالقبر اجماعی مسلک ہے۔ اب اگر کسی کو اعتراض ہے تو ہمت کرے اور اسلافِ اُمت میں سے دس پانچ یا دو محدث وفقیہ ایسے دکھادے جنہوں نے لکھا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلوٰۃ وسلام عندالقبر سننا ثابت نہیں ہے یا آپ نہیں سنتے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

علماء دیوبند کی جامع شخصیت جو شیخ العرب والعجم کے لقب سے مشہور ہیں، مسجد نبوی روضۂ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں سالہا سال آپ کو حدیثِ رسول پڑھانے کا شرف حاصل ہے۔ اپنے ملفوظات میں صلوٰۃ وسلام کے بارے میں ہر دونوں حدیثوں کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں اور پھر سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے بارے میں واضح الفاظ میں لکھتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعث جواب ودعا بنتا ہے اور اگر امکنہ بعیدہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ سیاحین جو کہ اس خدمت کے لئے متعین ہیں پہنچاتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔'' (مکتوبات ص ۲۳۰)

کیا شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ ضریحہٗ ساری عمر اندھیرے میں رہے اور انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ سماع والی حدیثیں قول رسول نہیں، من گھڑت قصے ہیں؟ نیز توحید وشرک کی حقیقت بھی ان کے اوپر واضح نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ سماع کے قائل ہوگئے۔

تشدد گروپ کے کسی محقق سے اگر ان کو ملاقات میسر ہوجاتی تو کم ازکم اس شرکیہ عقیدہ سے تو بچ جاتے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا خلاصہ پیش فرماتے ہیں جو انہوں نے تعلقِ روحِ رسول اللہ علیہ السلام اور انبساطِ روح مبارک کے متعلق اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریف میں مزار اقدس پر حاضر ہوا، روحِ پُرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ انتہیٰ مختصراً! (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۳۰، ۲۳۱)

کیا امام ولی اللہ دہلوی بھی توحید باری تعالیٰ کو کماحقہٗ نہ سمجھ سکے؟ ورنہ اس قسم کے کشفی مشاہدات بیان نہ فرماتے۔ کیونکہ بقول تشدد گروپ، اس سے تو شرک کی جڑ مضبوط ہوگی۔ پھر مولانا مدنی نے بھی اس کو نقل فرمادیا۔ کیا کوئی شریف النفس اہلِ علم انسان یہ بات گوارہ کرے گا کہ وہ مولانا سید حسین احمد مدنی اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو مشرک کہہ دے؟

حضرت مولانا قاضی نور محمد رحمہ اللہ

حضرت قاضی صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے قاضی نور محمد رحمہ اللہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے سرخیل تھے۔ ان سے جب سماع صلوٰۃ وسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ جواب دیا، مولانا عبدالحمید سواتی مدظلہٗ مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے حوالہ سے: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔'' (فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ: ص ۳۶)

انہوں نے ہی حدیث سماع کے متعلق فرمایا تھا کہ جس حدیث کو سلف محدثین صحیح کہیں اگر ہم لوگ اس کو صحیح نہ مانیں تو عقل مندی نہیں ہوگی۔ یعنی اس سے زیادہ عقل دشمنی کا ثبوت کیا ہوگا کہ ایک انسان اپنے اسلاف کو جاہل کہے یا ان کو سب وتبرا کرے۔

جس طرح تشدد گروپ نے تمام اسلاف کی گردن پر تیشۂ تشدد رکھ کر یہ کہا کہ یہ حدیثیں قولِ رسول نہیں بلکہ من گھڑت قصے ہیں گویا تمام سلف صالحین اور ائمہ حدیث علم وتحقیق سے کورے تھے۔ جو من گھڑت جھوٹی باتوں کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے چلے آئے ہیں۔ ''اعوذ باللہ من ھذہ الخرافات والھذیانات''

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ

قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے متوسلین میں سے اونچے درجہ کے عالم ہیں۔ ازیں گون اہلِ علم ہر دور میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں ؎

اللہ سب کا ایک اور اللہ کا کوئی ایک ہزاروں میں تو ہے نہیں لاکھوں میں کوئی دیکھ

قرآن وحدیث کے علاوہ فنون ادبی میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور روضۂ مطہر کی حاضری کو باعثِ ہزار سعادت تصور کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرتے کہ وہ منعم حقیقی ہمیں مزار نبوی کی زیارت نصیب فرمادے اور ہماری قسمت میں یہ رزق ہمیں عنایت ہو۔ ہم سلام عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز ہی کے قائل نہیں، بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں رزقنا اللہ ایاہ! اور سماع سلام عند القبر جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر وہ سماع روحانی ہے جیسا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (مسالک العلماء ص ۱۶۸)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

تشدد گروپ کے واعظ چتروڑ گڑھی کے فتوئی کفر دینے کے بارے میں اس کے حلقہ کے ایک آدمی نے مولانا غلام اللہ خان صاحب سے فتوئی دریافت کیا تھا۔ مولانا کے دارالافتاء سے جو جواب حاصل ہوا تھا۔ اس کی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے۔ اس کو یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ خانہ زاد تحقیق اور بے پدری فتویٰ صرف تشدد گروپ کی اسلاف سے قلبی نفرت کا اظہار اور علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے۔ جمعیت کے اکابرین کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کی خدمات کو پامال کر رہے ہیں اور اکابر کی علمی نیک نامی کو بدنامی سے بدل رہے ہیں۔

مضمونِ خط

بخدمت جناب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ!

المرام اینکہ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر درود وسلام پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ بذات خود سنتے ہیں، یا سن رہے ہیں، یہ بالکل صریح شرک ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا میرے نزدیک کافر ومشرک ہے۔ جناب والا سے تشریح طلب ہیں کہ کیا واقعی ایسا عقیدہ رکھنے والے کافر ومشرک ہیں یا نہیں؟

احقر عبدالقادر خان عباسی از احمد پور شرقیہ

الجواب وھوالموافق للصواب

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عندالقبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر ومشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ واللہ اعلم بالصواب!

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح............ لاشئی غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

جواب درست ہے............ ناکارۂ خلائق، غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

نجدی اور وہابی بھی سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں

نجدی علماء جو عالم اسلام کے طول وعرض میں سختی اور تشدد میں مشہور ہیں اور انہوں نے زیارت قبور سے بڑی شدت کے ساتھ لوگوں کو منع کیا تھا۔ نیز تمام وہ قبریں جن پر مضبوط تعمیریں بن چکی تھیں وہ بھی گرا دیں۔ قبر پرستی اور شرک جلی وخفی کے سخت مخالف اور بدعات ومحدثات کو عملاً روکنے والے ہیں۔ پھر علاقۂ حجاز مبارک کے والی وسلاطین ایسے حکمران ہیں جو وہابیوں کے فتوے پر عمل کرتے ہیں بلکہ وہ خود وہابی ہیں۔

یہ پہلے گزرا ہے کہ شاہ مراکش کے سفیر خاص کو سلطان ابن مسعود نے در بارۂ حیات قبر یہ جواب دیا تھا کہ ہم آنحضرت ﷺ کو ان کی قبر شریف میں زندہ مانتے ہیں۔ اس طرح علامہ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے عبدالرحمن نے یہ لکھا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کو آپ کی قبر شریف میں زندہ مانتے ہیں اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر المنیف کے بھی قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''ونحن نعتقد بأنّ رتبة نبينا ﷺ اعلى و ارفع من سائر المخلوق وهو ﷺ حيّ في قبره بحياة برزخية وهي اكمل من حيات الشهداء لِأنّه ﷺ افضل بنفسه من الشهداء بلاشبهة و نعتقد ان النبي ﷺ يسمع سلامَ من يسلّم عند قبره وزيارة قبره الشريف مسنون و انه يسمع سلام المسلم وتسنّ زيارته''

''اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے برتر ہے اور آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ وہ زندگی جو شہداء کرام کی زندگی سے افضل و اعلیٰ ہے، جس طرح آپ خود بھی شہداء سے بلاشبہ افضل ہیں۔ نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام بذات خود سنتے ہیں اور آپ کی مزار کی زیارت سنت ہے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا عقیدہ

قاضی ابوالفضل عیاض ابن موسیٰ اندلسی رحمہ اللہ جو چھٹی صدی ہجری کے معروف علماء ومشہور صلحاء میں سے ہیں۔ وہ بھی سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف کے قائل ہیں اور بطور شاہد حدیث پیش فرماتے ہیں۔

''وذكر ابو بكر ابن شيبة عن ابي هريرة قال رسول الله ﷺ: من صلّى علَيّ عند قبري سمعتهٗ و من صلّى علَيّ نائيا بلغته۔ (الشفاء)''

''محدث ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، حضور کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری قبر شریف کے پاس درود وسلام پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً آٹھ سو برس پہلے اُمت کے سلف صالحین علماء ومحدثین ''سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر'' والی حدیثوں کو فرمانِ رسول ﷺ سمجھتے تھے۔ ان حدیثوں کو ''من گھڑت قصہ'' کہنے کی جرأت صرف چودھویں صدی کے بعض واعظوں کو ہوئی ہے جو جرح وتعدیل کی زبان تو کیا جانیں عام سلجھی گفتگو سے بھی بے بہرہ ہیں۔ یہ لوگ ایک ذہنی عارضے کے مریض ہیں، مسئلے کو ذات کا رنگ دیتے ہیں اور روئے سخن مخالف کی طرف ہوتا ہے۔ پھر جتنا حدت وشدت کا مظاہرہ ممکن ہوسکتا ہے اس سے بھی دو قدم آگے چلے جاتے ہیں۔ وہ آیات جو مشرکین ومنافقین کے خلاف اُتریں اپنی تحقیق کے مخالف پر چسپاں کرتے ہیں۔ حیرانی یہ ہے کہ اس بھکو بازی کو وہ ذوق سلیم اور علم لدنی بولتے ہیں۔

حضرت سلیمان ابن سحیم تابعی رحمہ اللہ کی شہادت

حضرت سلیمان ابن سحیم راویٔ حدیث اور تابعی ہیں۔ ''تقریب التہذیب'' میں ہے کہ آپ سچے اور صالح انسان ہیں۔ شفاء میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ان کا ایک خواب نقل فرمایا ہے، گو خواب بطور خود مستقل حجت نہیں لیکن سماع کے بارے میں خیرالقرون کے صادق اور صالح تابعی انسان کا خواب بھی حضور ﷺ کے متعلق ایک

شہادت سے کم نہیں۔ فریق مخالف کے نزدیک خواب حجت نہ ہو، مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت سلیمان بن تحیم تابعی سماع صلوٰۃ وسلام والی حدیث کو صحیح مانتے تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی تردید بھی نہیں سنی تھی۔ ورنہ خیرالقرون کا رجل صالح صرف خواب پر اکتفا نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تابعی نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ ان حدیثوں کو جھوٹا نہیں کہتے تھے۔ وإلا یہ صدوق وصالح انسان یہ ضرور کہتا کہ میں نے خواب تو اس طرح دیکھا مگر اپنے اساتذہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو اس کے خلاف سنا تھا اور نہ اس بارے میں کوئی حدیث ملتی ہے۔ مزید برآں جب اس تابعی نے اپنے ہم عصر لوگوں تابعین کو یہ خواب سنایا ہوگا، اگر ان کے پاس کوئی حدیث صحیح پہنچی ہوئی نہ ہوتی، تو انہوں نے اس کی تردید کیوں نہ کر دی؟ کہ تیرا یہ خواب قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ خصوصاً بقول تشدد گروپ اس سے تو شرک جڑ پکڑے گا۔ لہٰذا اس کو بیان نہ کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ نہ رکھنا۔

''وفی توثیق ''عری الایمان'' للبازری عن سلیمان ابن سحیم رأیت رسولَ اللہ ﷺ فی النوم فقلتُ یارسولَ اللہ ھؤلاء الذین یاتونک فیسلّمون علیک اتفقه سلامھم؟ قال نعم، واردَ علیھم'' حضرت سلیمان بن تحیم تابعی نے حضور ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ یہ لوگ جو آپ کی قبر شریف کے قریب حاضر ہو کر سلام پڑھتے ہیں کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سنتا بھی ہوں اور سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔'' (خلاصہ شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ ص ۹۵)

معلوم ہوتا ہے کہ خیرالقرون کے دور میں سماع صلوٰۃ وسلام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں تھا اور نہ ہی وہ لوگ اس بارے میں ایک دوسرے کا تعاقب کرتے تھے توحید ورسالت اور عقیدۂ بعث بعد الموت شرط ایمان تھا۔ اس طرح قرونِ وسطیٰ میں گو بڑے عظیم اور مجدد شخصوں نے توحید باری تعالیٰ کو بیان کیا، مگر یہ چوتھا رکن ایمان اور دین اسلام کا ہمارے دور کے مجتہدوں نے اضافہ فرما کر اُمت کو مرہونِ احسان فرمایا ہے کہ توحید ورسالت اور قیامت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود جب تک یہ عقیدہ نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ عندالقبر درود وسلام نہیں سنتے، کسی شخص کا عقیدہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ معاذ اللہ!

''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاھُوَ أَھْلُہ'' (ذریعۃ الوصول ص ۴۰)

***

حرف آخر

سب مسلمانوں کا مشترک عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات عالم کا واحد کارساز ہے۔ علیم وبصیر، سمیع ومجیب ہے۔ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین شؤنِ عبدیت میں یکتا، مالک حقیقی کے در دولت پر سجدہ ریز اور سائل محض ہیں۔

جناب رحمۃ للعالمین ﷺ عندالقبر صلوٰۃ وسلام سننے سے ذات کبریاء کے شریک وسہیم نہیں بن جاتے۔ یہ عقیدہ تمام اُمت کا اجماعی ہے۔ کافرساز گروپ اہل توحید کا بادہ اوڑھ کر اُمت محمدی کو کافر بنا رہے ہیں۔ اس گروہ کو قرآن وحدیث اور ائمہ اکابر سے اس مسئلہ میں دور کا واسطہ بھی نہیں۔ یہ فتنہ پرداز لوگ علم وادب سے عاری اور اشاعت کے ذمہ دار علماء کی تائید سے بے بہرہ ہیں۔ بزرگوں اور اپنے اساتذہ کو برا کہتے ہیں۔ کفر وشرک کا فتویٰ

دینا ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کیمپ کے گندے جرثومے مخفی طریق سے مختلف مواضعات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں ایسے خودرو، منہ زور، بے باک اور غیر ذمہ دار لوگوں سے بری ہوں۔ میں ہمیشہ سلف صالحین پر اعتماد کرتا چلا آیا ہوں۔ اکابرینِ اسلام کا احترام میرے عقیدہ کا ثمر ہے۔ تحقیقِ مسائل میں مبتدی سہی، مگر علم وادب اور اکرام اہلِ نظر کا یتیم نہیں ہوں۔

عام موتیٰ کے سماع عندالقبر کے بارے میں منفی جانب کو ترجیح دیتا ہوں مگر قائلینِ سماع کو کافر ومشرک کہنا...... اسلام وایمان کے تقاضوں کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میں کسی مسئلے میں تفرد یا تشدد کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ میرا طریق اتباع سلف ہے۔ مسائل میں ذاتی تحقیق کو عوام مسلمانوں پر مسلط کرنا خلاف دیانت ہے۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی مزار اطہر کے قریب جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ بذات خود سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ ہر مقام سے ہر شخص کی ہر بات سننا یہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (لاشریک لہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ)

وہ لوگ جو قائلینِ سماع کو کافر بنانے کی سعی فرما رہے ہیں بلاشبہ وہ جہل مرکب کے اندھیرے میں ہیں۔ اس طرح ان کے صحیح فتووں اور تحقیقوں کی ساکھ بھی کافور ہو جائے گی۔ اگر حوصلہ ہے تو اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ اور لہٰذا کی بجائے علماءِ اُمت سے کسی ایک اہلِ علم وبصیرت کی تصریح پیش کریں یا پیش کردہ دلائل میں سے کسی کو غلط ثابت کر کے دکھا دیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، ہم لاکھ کوشش کر کے بھی ان کے علم وتحقیق کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایسے لوگوں کی تکفیر قطعاً کار ثواب نہیں ہو سکتی۔ بہر قیمت وہ لوگ ہم سے بدرجہا بہتر تھے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اَسلاف صالحین کی محبت وعظمت سے بھر دے۔ تا کہ ہم روشن عقیدوں سے ارباب بصیرت سے وابستہ رہیں۔ خود غرضی، خود بینی، حسد، عجب نفس وہوا کی غلامی، شرک باللہ اور کفر سے محفوظ فرما دیں۔

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ''

فائدہ نامہ

''تشدد گروپ'' کا حلقۂ احباب واصحاب اہل السنت والجماعت کے تحقیقات سے قطعاً متفق نہیں ہیں۔ معروف قبر کو قبر کہنا اور عذاب وثواب کو میت کے ''جسد عنصری'' اور روح ہر دو سے متعلق ماننا نیز روح اور بدنِ عنصری کا قبر میں تعلق واتصال تسلیم کرنا ان کے مسلک میں ہرگز گوارا نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ان کی قبور میں زندہ کہنا شرک کے مترادف اور سماع صلوٰۃ وسلام کا قائل ہونا ان کے نزدیک موجب کفر ہے۔ ان حضرات کی تحقیق انیق یہ ہے کہ قبر وہ ہے جہاں ''روح'' ہے اور عذاب وثواب بھی صرف روح پر وارد ہے۔ روح کا تعلق بدن عنصری سے کسی قسم کا نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام کو زندہ کہنے کی بجائے مردہ کہنا بہتر ہے۔ ورنہ ''شرک فی الحیاۃ'' کی قسم کا اضافہ ہو جائے گا اور توحید رب العالمین کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ اَسلاف اُمت کی کتابوں سے چند حوالہ جات درج تالیف کرتا ہوں تا کہ صراط مستقیم پر چلنے والے اور نیا سروے کرنے والوں کے درمیان واضح فرق ہو جائے۔ صراط المستقیم وہ راہ ہے جس پر حضور ﷺ خدا تعالیٰ کی وحی وارشاد ربانی سے چلے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پھر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے شاگردوں (تابعین) کو بتایا۔ اس طرح اُس بڑی شاہراہ کے مسافروں نے صراط المستقیم پر چلنے والوں کے لئے تا قیامت سنگِ میل نشان کردیئے تاکہ آئندہ نسلوں کو نیا سروے نہ کرنا پڑے۔ سلف صالحین اُمت کو اللہ رب العزت کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ وہ اپنی کتابوں میں دینِ الٰہی کی تشریح میں کوئی نقطہ لا ینحل نہیں چھوڑ گئے۔ اسلاف کی عبارتوں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر ۱: ''ذهب ابن حزم و ابن هبيرة إلى ان السوال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد و خالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد إذ بعضه كما ثبت فى الحديث و لو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص '' ابن حزم و ابن ہبیرہ کہتے ہیں قبر میں سوال صرف روح پر واقع ہوتا ہے مگر جمہور اُمت اس کے مخالف ہیں، وہ فرماتے ہیں روح بدن کی طرف از روئے حدیث لوٹتی ہے، اگر سوال صرف روح پر واقع ہو تو بدن کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵)

حوالہ نمبر ۲: ''ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح إليه او إلى جزئ منه'' اہل السنت والجماعت کے نزدیک عذاب قبر مکمل وجود کو ہوتا ہے، جب کہ روح پورے وجود یا کچھ حصہ بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

حوالہ نمبر ۳: ''تعاد روحه فى جسده ظاهر الحديث ان عود الروح إلى جميع اجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض'' ظاہر حدیث کے روسے روح کی واپسی سارے بدن میں ہوتی ہے جو لوگ بعض وجود میں روح کی واپسی کے قائل ہیں ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۵)

حوالہ نمبر ۴: ''سائر الاحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود الروح إلى البدن'' تمام صحیح اور متواتر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روح بدن کی طرف قبر میں لوٹ آتی ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۸۸)

حوالہ نمبر ۵: ''بل العذاب و النعيم على النفس و البدن جميعًا باتفاق اهلسنت و الجماعت'' عذاب و ثواب قبر روح اور بدن ہر دو پر ہوتا ہے، یہ علماء کا متفقہ مسئلہ ہے۔'' (کتاب الروح ص ۵۱، ابن قیم جوزیؒ)

حوالہ نمبر ۶: ''والجمهور على عود الروح إلى الجسد او بعضه وقت السوال لا يحس به اهل الدنيا'' جمہور اُمت کا قول ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے جس کو دنیا کے لوگ محسوس نہیں کر سکتے۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱)

حوالہ نمبر ۷: ''اعادة الروح إلى العبد فى قبره حق اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فى الميت نوع حيات فى القبر قدر مايتاء لم او يتلذذ'' (شرح فقہ اکبر ص ۱۱۵)

''جسد عنصری کی طرف روح کا لوٹنا حق ہے۔ تمام اہلِ حق اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک قسم کی حیات پیدا فرماتے ہیں جس سے وہ لذت یا عذاب قبر محسوس کرتا ہے۔''

حوالہ نمبر ۸: ''ان الاحاديث الصحيحة ناطقةٌ على انّ الروح تعاد إلى الجسد عند السوال'' صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح بدن کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (نبراس ص ۳۲۲)

حوالہ نمبر ۹: ''فإذا جاز ان يكون المؤمنون قد احيوا فى قبورهم قبل يوم القيامة و هم منعمون فيها

جاز ان یحیی الکفار فی قبورھم فیعذبوا ''جب مسلمانوں کا اپنی قبروں میں زندہ ہوکر نعمتیں کھانا جائز ہے تو کافروں کا زندہ ہوکر عذاب میں مبتلا ہونا کیوں جائز نہ ہو؟ (احکام القرآن ج۱ ص ۱۰۸)

حوالہ نمبر ۱۰: ''و کذلک عذاب القبر یکون للنفس و البدن جمیعًا باتفاق اھل السنۃ و الجماعۃ'' عذاب قبر روح اور بدن ہر دو کو ہوتا ہے۔ (شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۳۴۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ علامہ صدرالدین علی ابن محمد ازدی حنفی)

حوالہ نمبر ۱۱: ''وقد جمع البیھقی کتابا لطیفًا فی حیات الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس رضی اللہ عنہ ''الانبیاء احیائٌ فی قبورھم'''' امام بیہقی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء کے بارے میں ایک عجیب کتاب تصنیف فرمائی ہے اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

حوالہ نمبر ۱۲: ''فإن الانبیاء لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء'' بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔ (عینی ج ۱۶ ص ۱۸۵)

حوالہ نمبر ۱۳: ''فدل علی ان الانبیاء احیاء حقیقۃ و یریدون ان یتقربوا إلی اللہ فی عالم البرزخ من غیر تکلیفھم کما انھم یتقربون إلی اللہ بالصلوۃ فی قبورھم'' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حقیقۃً زندہ ہیں۔ وہ عالم برزخ میں فرض ہوئے بغیر نمازوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۲۶۳)

حوالہ نمبر ۱۴: ''قال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ ﷺ کما کان یکرہ فی حیاتہ ﷺ لانہ محترم حیًا فی قبرہ دائمًا'' آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اونچی آواز سے بولنا اس طرح مکروہ ہے جس طرح آپ کی دنیوی زندگی میں تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ قبر شریف میں ہمیشہ واجب الاحترام زندہ موجود ہیں۔

(ابن کثیر رحمہ اللہ ج ۴ ص ۲۰۷)

حوالہ نمبر ۱۵: ''محصل من مجموع ھذا الکلام ان النبی ﷺ حیٌ فی قبرہ لجسدہ و روحہ'' اس ساری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر شریف میں روح اور جسد کے ساتھ زندہ ہیں (یعنی روح بھی زندہ اور جسد بھی زندہ) ہے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲)

حوالہ نمبر ۱۶: ''حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علمًا قطعًا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذلک'' ہمارے پیغمبر پاک اور تمام باقی انبیاء علیہم السلام کی قبر میں حیات قطعی علم سے ثابت ہے۔ دلائل اور احادیث تواتر سے یہ بات ثابت کرتی ہیں۔ (انباء الاذکیاء ص ۲، للسیوطی رحمہ اللہ)

***

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَبْلِغْہُ الْوَسِیْلَۃَ وَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ مِنَ الْجَنَّۃِ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَہٗ وَ فِی الْمُقَرَّبِیْنَ مَوَدَّتَہٗ وَ فِی الْاَعْلَیْنَ ذِکْرَہٗ۔ وَ السَّلَامُ عَلَیْہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''

(ذریعۃ الوصول ص ۳۲)